ماہنامہ

بیداری

حیدر آباد

مدیر

☆☆☆

حافظ محمد موسیٰ بھٹو

زیر اہتمام

☆☆☆

سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ

400-بی لطیف آباد 4-حیدر آباد

جلد بائیسواں ◯ اگست - ستمبر 2026

قیمت: 25روپے، سالانہ: 300روپے

E-MAIL

m.moosabhutto@gmail.com

www.bedarimillat.com

موبائل نمبر:

03463216078

قرآن کا پیام (مستقل سلسلہ)	محمد موسیٰ بھٹو	۲
ہمارے نام		
تزکیہ اور روحانی پاکیزگی (پہلی قسط)	محمد موسیٰ بھٹو	۱۰
نوجوان نسل اور ہماری ملی زندگی کے لئے راہ عمل		
اسکرین کا نشہ	ڈاکٹر محمد امین	۳۰
ڈیجیٹل دور میں تزکیۂ نفس	تحریر: محترمہ امامہ رشید سروری قادری	۳۳
ایک نو مسلم نوجوان کی کہانی	انتخاب: میجر (ر) خو نزادہ عباس	۳۹
وقت کی قدر و قیمت	تحریر: مسز نورین ناصر سروری قادری	۴۶
ہمارے کچھ اہم معاملات	محمد موسیٰ بھٹو	۵۹
احادیث نبوی کی روشنی میں		
تبصرہ کتب	محمد موسیٰ بھٹو	۷۵

پبلشر ز محمد موسیٰ بھٹو نے یادگار پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ 400بی لطیف آباد-4-حیدر آباد سے شائع کیا

محمد موسیٰ بھٹو

مستقل سلسلہ

قرآن کا پیام

ہمارے نام

خواہشات نفس کا معبود کی صورت اختیار کرنا

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (سورۃ الجاثیہ آیت ۲۳) (کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو خدا بنالیا ہے)۔

نفس کے الٰہ (معبود) ہونے کا عمل ایسا ہے، جو لگ بھگ ہر دور میں رہا ہے، اس کی وجہ سے مزاج میں سرکشی اور قساوت قلبی پیدا ہو جاتی ہے، اور حق و صداقت کی ہر بات نفس سے ٹکرا کر واپس آجاتی ہے، ماضی کی قوموں میں بھی بت پرستی کے ساتھ ساتھ نفس پرستی بھی رہی۔

لیکن اِس دور میں خواہشات نفس کو معبود بنانے کی روش غیر معمولی طور پر بڑھ گئی ہے، اور خواہشات کے غلبے نے افراد کو اللہ سے بہت سے زیادہ دور کر دیا ہے۔

اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ لذت، تعیش اور ذہنی عیاشی کے نت نئے سامان ایجاد ہوئے ہیں، جس کی محویت نے افراد کو غافل کر دیا ہے، دوسرا سبب یہ ہے کہ ماحول پر مادیت پرستی کا رنگ غالب ہو گیا ہے، جس کے زیر اثر افراد کی تربیت نفس پرستی کی بنیاد پر ہو رہی ہے۔

اس سلسلے میں مزید کہا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے۔

موجودہ دور میں نفس کی خواہشات کو ابھارنے اور بے قابو کرنے کے لئے جو آلات اور ذرائع ایجادات ہوئے ہیں، وہ نہایت خوفناک ہیں، لگ بھگ ہر فرد کی ان آلات تک رسائی

ہے، جس کی وجہ سے خواہشات کا ایک طوفان ہے، جو اندر سے ابھر کر فرد کو نفس پرستی کی راہ پر گامزن کرتا ہے، مادی حسن پر فدائیت ہو یا جنسی ہیجان خیزی یا دنیا سے محبت ہو، ہر معاملے میں نفس بے قابو ہو گیا ہے، معاملہ خواہشات کی پرستش تک پہنچ گیا ہے، قرآن کی مذکورہ آیت ہمیں انتباہ دیتی ہے کہ ہم خواہشات کو الٰہ بنانے سے بچیں، ورنہ یہ خواہشات ہمیں جہنم کا ایندھن بنائیں گی۔

داعی کی خصوصیت

نرمی و شفقت کا ہونا

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (سورۃ آل عمران آیت ۱۵۹) (پس یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ دل کے لئے نرم ہو گئے اگر آپ تند مزاج سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے)۔

اس آیت میں اللہ کے رسول ﷺ کی سب سے بڑی صفت بیان فرمائی گئی ہے کہ آپ اپنے اصحاب کے لئے نرم دل اور شفیق تھے، ان کے قصوروں سے صرف نظر کرنے والے تھے، ان سے آخری حد تک شفقت کا معاملہ فرمانے والے تھے، آپ کی مثالی شخصیت کی یہ صفات مثالی نوعیت کی تھی، آپ کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ جو دس سال تک آپ کی خدمت میں رہے، ان کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ نے اس پورے عرصے میں مجھ سے یہ تک نہیں کہا کہ تم نے فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہیں کیا۔

آپ کی اس خصوصیت کی وجہ سے آپ کے اصحاب آپ پر فدا تھے، یہ صفت ایسی ہے جس کی وجہ سے شخصیت کے گرد لوگ جمع ہوتے ہیں، اور ان سے محبت کرنے لگتے ہیں، حقیقی داعی کی شخصیت میں بھی نرمی، محبت، اور شفقت کے اوصاف پائے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے دعوت کے کام کو فروغ حاصل ہوتا ہے، شخصیت کے مزاج میں اگر سختی ہو گی تو لوگوں کا جمع ہونا مشکل ہوتا ہے، اگر جمع ہو بھی جاتے ہیں تو تند خوئی کی وجہ سے جلد ہی منتشر ہو جاتے

ہیں، اس لئے حقیقی داعی اس بات کا خصوصی اہتمام کرتا ہے کہ اس کے مزاج میں قوت برداشت، نرمی، محبت اور شفقت کے اجزاء غالب ہوں۔

اس کے لئے وہ ذکر و فکر سے کام لیتا رہتا ہے، کثرت ذکر سے دل میں انوار کا نزول ہوتا ہے، جس سے شخصیت میں ٹھہراؤ اور قوت برداشت پیدا ہوتی ہے، دین کے حوالے سے بڑا کام کرنے والی ہر شخصیت کی ایک مشترکہ خصوصیت یہی رہی ہے کہ وہ نرمی، تحمل اور بُردباری کا حامل رہا ہے۔

دنیا کے نظام کا عدل وانصاف سے قائم رہنا

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ (سورۃ الرحمٰن آیت ۷۔۹) (اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی تاکہ تم تولنے میں حد سے تجاوز نہ کرو اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم مت کرو)۔

ان آیات میں ناپ تول میں کمی نہ کرنے اور انصاف سے کام لینے کی تاکید فرمائی گئی ہے، یہ آیات ایسی ہیں جو معاملات، کاروبار، تعلقات اور ہر شعبہ سے وابستہ افراد کو اس بات پر ابھارتی ہیں کہ وہ آپس کے معاملات میں عدل وانصاف اور خوش اسلوبی سے کام لیں کہ دنیا کا یہ نظام عدل وانصاف سے ہی قائم ہے، قوموں کی ترقی بھی عدل وانصاف سے ہی وابستہ ہے، جس قوم کے اجتماعی معاملات میں عدل وانصاف ناپید ہوگا، کاروبار میں بددیانتی اور خیانت ہوگی، عدالتیں ظالم کا ساتھ دیں گی، یعنی انصاف پیسوں سے خریدا جائے گا، وہ قوم قدرت کے قانون مکافات کی رُو سے زوال کا شکار ہوگی اور طاقتور قومیں انہیں اپنی غلامی کی زنجیروں میں کستی رہیں گی، قدرت ایسی قوموں پر رحم نہیں کرتی، اور انہیں اجتماعی معاملات میں ظالمانہ روش کی سزا مل کر رہتی ہے۔

ان آیات میں ناپ تول پوری کرنے کے ساتھ ساتھ عدل وانصاف پر قائم رہنے کی تاکید فرما کر اس کی اہمیت اجاگر فرمائی گئی ہے۔

مشکلات کے مراحل سے گزرنے سے آسانی کا وابستہ ہونا

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (سورۃ الم نشرح آیت ۵۔۶) (پس یقیناً ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے، بیشک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے)۔

ان آیات میں دو بار یہ بات واضح فرمائی گئی ہے کہ ہر مشکل کے بعد آسانی ہے، یعنی مشکلات کے مراحل سے گزرنے کے بعد ہی آسانی اور سہولت کا دور آتا ہے، یہ تو ہو نہیں سکتا کہ فرد مشکلات اور تکالیف برداشت کئے بغیر کامیابی سے بہرہ ور ہو۔

مشکلات کے بعد آسانی کے دور کا آنا، اللہ کا یہ اصول دینی اور دنیاوی دونوں کاموں سے وابستہ ہے، دینی کاموں میں ہر طرح کے کام شامل ہیں۔

دینی تعلیم بڑی مشکل سے حاصل ہوتی ہے، اس مشکل کے بعد اس پر کسی حد تک عبور حاصل ہوتا ہے، نفس کو مطیع کرنے کے لئے اسے طویل عرصے تک مجاہدوں کے مراحل سے گزارنا پڑتا ہے، اس عرصے میں فرد نفس پرستی کی قوتوں کے پیدا کردہ قیامت خیز حالات سے گزرتا ہے، صبر کے ساتھ ان دشوار گزار حالات سے گزرنے کے بعد ہی آسانی ہوتی ہے، یعنی اعمال میں سہولت ہوتی ہے، رجوع الی اللہ میں آسانی ہوتی ہے، نفس کی شہ زور قوتوں پر کنڑول ہوتا ہے، کیفیات بہتر اور پاکیزہ ہوتی ہیں، یہ ساری آسانیاں مجاہدوں کی مشکلات کو برداشت کرنے سے ہی وابستہ ہوتی ہیں۔

اسی طرح دعوتی کام ہے، شروع میں دعوتی کام میں مشکلات ہوتی ہیں، مخالفت ہوتی ہے، طرح طرح کی رکاوٹیں درپیش ہوتی ہیں، معاونت کرنے والے افراد نہیں ملتے، لیکن مستقل مزاجی سے دعوتی کام کرتے رہنے اور حوصلے سے مشکلات کا مقابلہ کرتے رہنے سے آہستہ آہستہ کام کے راستے کھلتے چلے جاتے ہیں۔

مجاہدوں کے مراحل سے گزرنے والا فرد ہو یا دعوتی کام کرنے والی شخصیت، اس آیت میں ان سب کو حوصلہ دلایا گیا ہے کہ مشکلات سے گھبرا کر ان کاموں سے دستبردار ہر گز نہیں ہونا ہے۔ یہ مشکلات آتی ہی اس لئے ہیں، تاکہ کامیابی اور آسانی کے راستے ہموار ہوں، ایک ہی جگہ اس بات کو دوبار دہرانے سے مقصود یہ ہے کہ بندہ مومن کو حوصلہ دلایا جائے کہ وہ ہمت سے کام کرتا رہے، اسے جلد ہی سہولت و آسانی حاصل ہو گی۔

اہل جنت کا مجرموں سے سوال؟

فِيْ جَنّٰتٍ ۚ يَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ (سورۃ المدثر آیت ۴۰۔۴۵) (اہل جنت مجرموں سے پوچھیں گے کہ تم کو کس جرم نے دوزخ میں داخل کیا وہ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھا کرتے تھے اور مسکین کو کھانا بھی نہیں کھلایا کرتے تھے اور اہل باطل کے ساتھ مل کر (حق سے) انکار کرتے تھے)۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے پیشگی بتایا ہے کہ جنتی، جہنمیوں سے پوچھیں گے کہ تم جہنم میں کیوں داخل ہوئے، اس کے جواب میں وہ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے، مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور اہل باطل کے ساتھ مل کر حق سے انکار کرتے تھے۔

یہ آیات ہمارے لئے سخت انتباہ کی حیثیت رکھتی ہیں کہ ہمیں نماز کا اہتمام کرنا چاہئے، اس کی سستی سے بچنا چاہئے، آج کل مسکینوں کو کھانا کھلانے کے کام سے غفلت برتی جا رہی ہے، بے شمار لوگ ہیں جو بیچارے روٹی تک کے محتاج ہیں، لیکن مالداروں کو ان کی حالت زار پر رحم نہیں آتا کہ مالدار افراد ایسا نظام تشکیل دیں جس سے محلہ کی سطح سے لے کر شہر کی سطح تک لوگوں کو کھانا کھلانے کی صورت پیدا ہو اور ان کو کھانے کا سامان وغیرہ پہنچانے کا انتظام ہو۔

تیسری چیز جو جہنم میں داخلے کا ذریعہ بنے گی، وہ اللہ اور آخرت سے دور کرنے والے پروگراموں میں حصہ لینا اور اس میں وقت اور صلاحیتوں کو صرف کرنا ہے، بد قسمتی سے اس دور میں یہ مرض عام ہو گیا ہے۔

اس دور میں تعلیم و تربیت اور ذہنی نشو و نما کا ماحول ایسا ہو گیا ہے کہ ہماری جدید نسلیں مذکورہ تینوں خصوصیاتِ بد کا شکار ہو گئی ہیں۔

اللہ ہماری نسلوں کے دین و ایمان کی حفاظت فرمائے۔

انسان کے ہر عمل کا محفوظ ہونا
اور آخرت میں اسے پیش کرنا

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا (سورۃ الکہف آیت ۴۹)

(اور عملوں کی کتب کھول کر رکھدی جائے گی تو تم گنہگاروں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہو گا اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے ہائے شامت کیسی کتاب ہے جو نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی بات کو مگر اس نے اس کو شمار کر لیا ہے)۔

یہ آیت انسان کی تنبیہ، خود احتسابی اور اپنے اعمال کا باریک بینی سے جائزہ لیتے رہنے کے لئے کافی ہے، کیا اس سے زیادہ کوئی تنبیہ اور یاد دہانی ہو سکتی ہے کہ اسے کہا جائے کہ تمہارے سارے اعمال کا نہ صرف ریکارڈ پیش کیا جائے گا، بلکہ تم نے اعضائے جسم کے ساتھ اعمال جس طرح سرانجام دیئے تھے، اسے جوں کا توں اسی حالت میں پیش کر دیا جائے گا۔

قدرت کا ہر انسان کے ساتھ ایسا معاملہ ہے کہ اس کے اعمال اور ساری حرکات و سکنات کی عکس بندی ہو رہی ہے اور زبان سے سرانجام دینے والے اعمال کی ریکارڈنگ ہو رہی ہے، یہ ساری چیزیں قیامت کے دن پیش کر دی جائیں گی، انسان یہ دیکھکر دنگ رہ جائے گا کہ اس کا کوئی عمل ایسا نہیں ہے جو عکس بند اور ریکارڈنگ نہ ہوا ہو، پھر کراماً کاتبین

(فرشتے) نامہ اعمال پیش کریں گے، جسم کا ہر عضوہ اس سے جس طرح کا کام لیا گیا ہے، وہ اعمال کی شاہدی پیش کرے گا، زمین جس پر یہ سارے کام کئے ہوں گے، وہ زمین بھی ساری باتوں اور خبروں کو نشر کرے گی۔

یہ آیت ایسی ہے کہ فرد کو لرزا دینے والی ہے کہ اس کے چھوٹے اور بڑے، چھپے ہوئے یا ظاہری سارے اعمال کا دفتر اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا، دنیا میں تو فرد بہت سارے کام ایسے کرتا ہے، جو لوگوں سے چھپے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ چاہتا ہے کہ لوگوں کو میرے اعمال کا پتہ نہ چلے، لیکن آخرت میں ان سب اعمال کو لا حاضر کر دیا جائے گا، اس کا یہ سارا نامہ اعمال ساری مخلوق کے سامنے اسے پیش کر دیا جائے گا، اور اس کے مطابق اسے جزادی جائے گی۔

یہ آیت ایسی ہے جس کا مراقبہ کرنا یعنی دھیان رکھنا ضروری ہے، تاکہ فرد اپنے اعمال کی ہر ممکن حد تک محافظت کر سکے، اور بُرے اعمال سے بچ کر اچھے اعمال سرانجام دے سکے۔

جدید نفسیات کہتی ہے کہ انسان نے شروع سے لے کر موت تک جو بھی سرگرمیاں کی ہیں اور اعمال سرانجام دیئے ہیں، وہ سب کے سب لاشعور میں محفوظ ہیں، انسان کا چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی لاشعور سے خارج نہیں ہے۔

موت کے قریب آجانے کے باوجود
مال کی محبت کا ہونا

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (سورۃ التکاثر آیت ۱۔۲) (تم کو زیادہ مال جمع کرنے کی ہوس نے غافل رکھا یہاں تک کہ تم قبروں میں پہنچ گئے)۔

ان آیات میں انسان کی اس نفسیاتی خرابی کی نشاندہی فرمائی گئی ہے کہ وہ موت کے قریب کھڑا ہے، اس کے قویٰ جواب دے چکے ہیں، ایسی حالت میں بھی موت کی تیاری کی فکر

کی بجائے اس پر دنیا اور مال و متاع کی فکر غالب ہے، یہ انسان کے ساتھ کتنا بڑا المیہ ہے کہ مال کی فکر اس کی جان چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

حدیث شریف میں بھی اس کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ انسان کی عمر بڑھنے کے ساتھ ایک تو مال کی فکر بڑھتی ہے، دوسرے عمر لمبی ہونے کی چاہت میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔

مال جس کی ہوس میں فرد مبتلا ہے، وہ تو اس دنیا میں ہی رہ جاتا ہے، قبر میں تو اس کے ساتھ اس کے اعمال جاتے ہیں، اس لئے مال کی فکر سے دستبردار ہو کر، اعمال صالحہ کی فکر کا ہونا ناگزیر ہے، لیکن دل سے مال کی محبت بڑی حد تک نکل جائے، اس کے لئے رجوع الی اللہ کے ملکہ کو مستحکم کرنے کی ضرورت ہے، جو ذکر و فکر اور تلاوت کے مسلسل اہتمام سے ہی ہو سکتا ہے۔

تزکیہ اور روحانی پاکیزگی

نوجوان نسل اور ہماری ملی زندگی کے لئے راہ عمل

زیر نظر مضمون میں خداپرستی پر مشتمل روحانیت کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے اور اس سے محرومی کے نتائج پر بھی بحث کرنے کی کوشش کی گئی ہے، خداپرستی پر مشتمل روحانیت اسلام کا اہم حصہ ہے، یہ روحانیت باطن کے حالات سے بحث کرتی ہے کہ باطن اللہ کے ساتھ جڑا ہوا ہے یا وہ غیر اللہ میں مصروف ہے، اگر باطن غیر اللہ میں مصروف ہے تو خداپرستی پر مبنی روحانیت اس باطن کی وسیع دنیا کی اصلاح کر کے، اور نفس کو بتوں سے آزاد کر کے، اللہ سے ملانے کے لئے کوشاں ہوتی ہے۔

جب باطن کی اصلاح ہوتی ہے تو اس سے کردار بنتا ہے، سلیقہ انسانیت سے بہرہ وری ہوتی ہے، اخلاق سنورتا ہے، اور اخلاص پیدا ہوتا ہے۔

خداپرستی پر مبنی روحانیت کی دو بنیادیں ہیں، ایک صحبت اہل اللہ۔ دوسرے ذکر و مراقبہ کے ذریعہ اندر میں غوطہ زن ہو کر اندر سے جواہر و موتی لاتے رہنا، زیر نظر مضمون میں ذکر و مراقبہ پر اس لئے زور دیا گیا ہے کہ اللہ سے رشتہ کے مستحکم ہونے میں ذکر و مراقبہ سب سے زیادہ موثر ہے۔

ذکر و فکر سے مراد

جب ذکر و فکر یا ذکر مراقبہ کی بات ہوتی ہے تو اس سے خاص طور پر دو ذکر مراد ہوتے ہیں، ایک لا الہ الا اللہ کا ذکر، دوسرا اللہ کا اسم ذات کا قلبی ذکر۔ یہ دونوں ذکر تصوف کے

سلسلوں میں موجود ہیں، سلوک انہی دونوں اذکار سے طے ہوتا ہے لا الہ الا اللہ کے ذکر میں بھی اصل جوہر اللہ کا نام ہے یعنی سارے معبودوں کی نفی کر کے اللہ کا اثبات ہوتا ہے۔

ذکر میں مسنون اذکار بھی شامل ہیں، لیکن کثرت سے مذکورہ دونوں اذکار رائج ہیں، البتہ آخر میں یہ دونوں اذکار کم کر کے نماز قرآن اور مسنون اذکار پر زور دیا جاتا ہے۔

روحانی پاکیزگی
اور اس کی لطافت

روح لطیف چیز ہے، وہ اپنی لطافت کو قائم و برقرار رکھنے کے لئے محبوب حقیقی سے متصل ہونا چاہتی ہے، روح نے عالم امر میں محبوب کا مشاہدہ کیا ہے، اس نے الست بربکم کے جواب میں قالوا بلیٰ کہا ہے، قالوا بلیٰ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ روح نے اللہ محبوب سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ ہر حالت میں اس کے ساتھ محبت کے رشتے قائم رکھے گی، اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی گزارے گی، روح کے اس عہد کی راہ میں نفس اور مادی قوتیں رکاوٹ ہیں، مادی قوتوں کی اس رکاوٹ کی وجہ سے روح مضطرب رہتی ہے، اس کے لئے روح کی کوشش ہوتی ہے کہ ان قوتوں کو شکست دے کر محبوب سے قریب تر ہوا جائے، اگر ماحول سازگار ہو جائے تو روح اس کوشش میں کامیاب ہو جاتی ہے، اس کے لئے وہ محبوب کا کثرت سے ذکر کرتی ہے۔

اس طرح اس کا قالوا بلیٰ کا عہد پورا ہونے لگتا ہے۔

قالوا بلیٰ کے اس عہد کو پورا کرنے سے روح کے ساتھ ساتھ پوری انسانی شخصیت کی تسکیں و تشفی ہونے لگتی ہے۔

جو لوگ قالوا بلیٰ کے عہد سے منکر ہو جاتے ہیں، ان کی روح آخرت میں محبوب کو ایک نظر دیکھنے کے لئے شدید مضطرب ہوگی، اس وقت اسے دھمکی ملے گی کہ نہ تو تم سے بات

ہو گی نہ اللہ تعالیٰ تمہاری طرف دیکھے گا اور نہ تمہارا تزکیہ ہو گا، قرآن میں اس دھمکی کا ذکر ہے، یہ دھمکی اس پر جہنم سے زیادہ بھاری ہو گی۔

ذکر سے اللہ کی والہانہ محبت کا پیدا ہونا

دل کی گہرائیوں سے اللہ کے ذکر کی سب سے بڑی تاثیر یہ ہے کہ اس سے اللہ سے والہانہ محبت پیدا ہوتی ہے، جوں جوں ذکر آگے بڑھتا رہتا ہے، اسی مناسبت سے اللہ سے محبت میں والہانہ پن آجاتا ہے، اللہ سے یہ محبت ہی ہے جو فرد کی شخصیت پر حاوی ہو جاتی ہے، یہ محبت ہی ہے جو فرد کو اللہ کے لئے ہر چیز قربان کرنے اور سیرت و کردار کو پاکیزہ بنانے کا ذریعہ بنتی ہے، اللہ سے یہی محبت بندوں کے ساتھ محبت میں تبدیل ہوتی ہے۔

ذکر مقصود بھی ہے تو وہ اللہ کی محبت کو پروان چڑھانے کا ذریعہ بھی، اللہ سے والہانہ محبت کو اصطلاح میں عشق کہتے ہیں، جب تک عشق کی وہ حالت نہیں ہوتی کہ نفس کی قوت اور مادی نوعیت کی محبتیں دب جائیں، تب تک دل کی گہرائیوں سے ہونے والا کثرت ذکر کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

اقبال کہتے ہیں۔

علم ہے ابن الکتاب
عشق ہے ام الکتاب

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ عشق کثرت ذکر سے ہی پیدا ہوتا ہے، علم کے مقابلے میں عشق کی اہمیت زیادہ ہے، اس لئے کہ اس سے پوری زندگی بدل جاتی ہے، عشق پیدا کرنے کے لئے ذکر کو علم سے زیادہ اہمیت دینی چاہئے۔

اگر عشق پیدا نہیں ہوتا تو فرد زندگی بھر نفس کے ہاتھوں کھیلتا رہتا ہے اور تضاد کی زندگی اور قول و فعل میں تضاد ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا۔

موجودہ دور میں عشق کی اہمیت پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہے، اس لئے کہ مادی نوعیت کے عشق کی آہنگ ہر گھر تک پہنچ چکی ہے اور فضا میں مادی حسن اور آزاد جنس زدگی کے اثرات خطرناک حد تک موجود ہیں، اللہ سے عشق کا تعلق نہ ہو گا تو پھر افراد کے لئے مادی عشق کی زہرناکیوں سے بچنا دشوار تر ہو گا۔

الغرض کہ اللہ کو دل سے یاد رہنے کو وظیفہ حیات بنانے سے ہی عشق پیدا ہو گا، اللہ سے عشق کے بعد کوئی ایسا مسئلہ نہیں رہتا، جس کے لئے فرد کو پریشان ہونے کی ضرورت ہو۔

روحانیت کی نعمت

• خداپرستی پر مبنی روحانیت کی سعادت کا حاصل ہونا اتنی بڑی نعمت ہے کہ ساری دنیا کی دولت خرچ کر کے بھی یہ نعمت حاصل نہیں ہو سکتی۔

معنویت کی وسیع دنیا سے آشنا ہونا

• روحانیت اور مراقبہ سے عقل کو جو انوار حاصل ہوتے ہیں، اس سے فہم و فراست میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے اور فرد معنویت کی ایک وسیع دنیا سے آشنا ہونے لگتا ہے اور فرد انسانی معاملات کی نزاکتوں سے پوری طرح واقف ہو کر انسانوں سے حکمت سے معاملات کرنے کی صلاحیتوں کا حامل ہو جاتا ہے۔

باطنی حسوں کی بیداری کا عمل

• ذکر و مراقبہ سے باطنی حس بیدار ہوتی ہے جس سے فرد اندر کی دنیا میں جھانک کر قدرت کے بہت سارے رازوں سے آشنا ہونے لگتا ہے۔

خاموشی کی حالت کا پیدا ہونا

• پاکیزہ روحانیت سے فرد کو مشاہدہ کی جو صلاحیت حاصل ہوتی ہے، اس کی وجہ سے اس کی زبان گنگ ہو جاتی ہے اور وہ چاہنے لگتا ہے کہ وہ خاموش ہو اور حالت تفکر میں رہے، لیکن مجبوراً اسے لوگوں کے ساتھ حالت گفتگو میں شریک ہونا پڑتا ہے۔

فاسد نفسیات کی جگہ مثبت نفسیات کو فروغ ملنا

• پاکیزہ روحانیت اور ذکر و مراقبہ انسانی نفسیات میں موجود ساری خرابیوں سے بچاؤ کا باعث ہے اور فاسد نفسیات کی جگہ مثبت نفسیات کو فروغ دینے کا ذریعہ بھی۔ ذکر و مراقبہ انسانی رویوں کو بہتر اور پاکیزہ بناتا ہے۔

دنیا کی طرف لپکنے والے مزاج کا بدلنا

• ذکر و مراقبہ دنیا کی طرف لپکنے والے مزاج کو بدلنے کا موجب ہے۔

قیمتی وقت کو ضایع کرنے کا متحمل نہ ہونا

• روحانیت اور مراقبہ کی حلاوت سے آشنا فرد قیمتی وقت کو ضایع کرنے کا متحمل نہیں ہوتا، معمولی وقت ضایع ہونے سے بھی وہ شدید اذیت کا شکار ہونے لگتا ہے۔

• وہ اسلامی شریعت پر عمل پیرا ہونے اور اخلاق کی پاکیزگی کو اپنی روحانی ارتقا کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

اسلامی شریعت کے بغیر روحانیت اور مراقبہ کا ایمان کے لئے خطرہ ہونا

• وہ اسلامی شریعت کے بغیر روحانیت اور مراقبہ کو ایمان کے لئے خطرہ سمجھتا ہے، اس کی نظر میں لادین صوفیوں کا مراقبہ لایعنی ہے، اگرچہ اس سے کتنا ہی ذہنی ارتکاز حاصل ہو۔

نئے نئے علم سے بہرہ ور ہوتے رہنا

• پاکیزہ روحانیت اور ذکر و مراقبہ کو وظیفہ بنانے والے فرد کا علم و معرفت کا سلسلہ ختم ہی نہیں ہوتا، وہ نئے نئے علم اور معرفت کی نئی نئی حالت سے بہرہ ور ہونے لگتا ہے۔

ذکر و مراقبہ کی ترتیب

• ذکر و مراقبہ کی ترتیب یہ ہے کہ فرد دس منٹ سے اس کا آغاز کرے، جب دس منٹ کے مراقبہ سے فکری انتشار تھم جائے تو اسے آہستہ آہستہ بڑھاتا جائے، روزانہ گھنٹے سے ڈیڑھ گھنٹے تک مراقبہ کو پہنچائے، اس سے فرد کو سکون و سکینت حاصل ہوگی اور اعمال کی استعداد بھی پیدا ہوگی۔ بعض خوش نصیب افراد روزانہ کئی کئی گھنٹے مراقبہ کرتے ہیں، ایسے لوگوں کی خوشی قابل دید ہوتی ہے، لیکن موجودہ دور میں صحت کی جو عام حالت ہے، اس کی وجہ سے دو گھنٹے سے زائد مراقبہ کو معمول بنانے سے دماغ پر بوجھ بڑھ سکتا ہے اور سخت ذہنی تھکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے۔اس لئے اعتدال سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

ذکر و مراقبہ سے مخاصمت رکھنے والوں سے دوری کا ہونا

• روحانیت پر عامل فرد ایسے افراد سے دوستی کے تعلقات قائم رکھنے کا متحمل نہیں ہو سکتا، جو ذکر و مراقبہ سے مخاصمت رکھتا ہے، ایسے افراد سے اسے سرے سے تعلقات منقطع کرنے پڑتے ہیں، دوسری صورت میں ایسے افراد اسے متاثر کرکے ذکر و مراقبہ کی لائین سے دور کر سکتے ہیں۔

ایمان ویقین اور شریعت کے بغیر مراقبہ کا لایعنی ہونا

• مراقبہ جو بھی کرے گا، یقینا اسے فائدہ ہوگا، لیکن مراقبہ سے ایمان ویقین اور شریعت لازم ملزوم ہے، دوسری صورت میں فرد کی وہ حالت ہوگی کہ اس کا جسم تو ناپاک ہو، لیکن خوشبو اور اچھے لباس کے ذریعہ وہ بظاہر خوبصورت نظر آئے، ایمان ویقین کے ذریعہ ذکر و مراقبہ کا جو نور منتقل ہوتا ہے، وہ ایمان ویقین سے محروم اور اسلامی شریعت سے دور افراد میں منتقل نہیں ہو سکتا، اس نکتہ کو سمجھنا از حد ضروری ہے، اس لئے کہ آج کل مراقبہ کے نام پر بہت کچھ ہو رہا ہے۔

فنافی الشیخ کی راہ کا باعث خطرہ ہونا

• بعض طبقات کے ہاں روحانیت اور ذکر و فکر کے نام سے افراد کو فنا فی الشیخ کی راہ پر لگایا جاتا ہے کہ وہ شیخ کا اتنا تصور کریں کہ اس میں فنا ہو جائیں، انہیں زندگی بھر اسی تصور پر لگایا جاتا ہے، جو سراسر گمراہی ہے، اس سے عقائد میں بھی خرابی پیدا ہوتی ہے، عقیدہ خراب ہو تو پھر اور کیا رہ جاتا ہے۔

ذکر و مراقبہ سے شخصیت میں توانائی کا پیدا ہونا

• مراقبہ میں دل اور ذہن دونوں کا کردار ہوتا ہے، ذہن کی توجہ دل کی طرف ہوتی ہے کہ دل اللہ اللہ کر رہا ہے، حدیث شریف ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا، بیٹے، اللہ کا دھیان جماؤ گے تو اللہ کو اپنے سامنے موجود پاؤ گے، اس دھیاں جمانے میں ذہن اور دل دونوں کی توجہ شامل ہوتی ہے، جب دھیان سے اللہ سامنے موجود ہو تو یہ کتنی بڑی نعمت شمار ہو گی اور اس سے شخصیت میں کتنی توانائی پیدا ہو گی۔

نفس کی سرکشی کے زور کا ٹوٹنا

• پاکیزہ روحانیت اور مراقبہ کی سب سے بڑی خاصیت بلکہ کارنامہ یہ ہے کہ اس سے نفس کی سرکشی کا زور ٹوٹ کر وہ اللہ ورسول کے تابع ہو جاتا ہے، ایسا ہونا کسی دوسرے طریقہ سے مشکل ہے۔

ذکر و مراقبہ میں ناغے سے شخصیت کا غیر متوازن ہونا

•ذکر و مراقبہ کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ذکر و مراقبہ کرنے والا فرد جس دن مراقبہ نہیں کرے گا اس دن اس کی شخصیت شدید غیر متوازن ہو جاتی ہے اور اشتعال سے وہ بے قابو ہونے لگتا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مراقبہ شخصیت کی منفی اور سفلی قوتوں کو کنٹرول کرتا ہے۔

مادیت کی روح کو زور سے پھونکا جانا اور اس کے نتائج

• مغرب نے ہر طرح کی ٹیکنالوجی کے ذریعہ مادیت کی روح کو اس زور سے پھونکا ہے کہ انسان کے دل اور ذہن میں صحیح سوچ اور صحیح فکر پہنچنے ہی نہیں پاتی، نیز وہ طرح طرح کی نفسیاتی الجھنوں میں مبتلا ہو گیا ہے، انسانیت کی ایسی حالت ذرا اس سے پہلے کبھی پیدا نہیں ہوئی تھی، اب مغرب کے ماہرین کوشاں ہیں کہ انسان کو نفسیاتی نوعیت کے نسخوں اور مختلف مذاہب کے مراقبوں کے ذریعہ اس ہولناک بحران سے نکالا جائے، لیکن یہ بحران بڑھتا ہی جا رہا ہے، سبب یہ ہے کہ مادیت کی طوفانی لہروں کو روکنے کی کوشش نہیں ہو رہی ہے، خالص مادیت کی فضا میں مذاہب سے چرائی گئی چیزوں سے نفسانی الجھنوں اور ڈپریشن کے بحران سے بچنا ممکن ہی نہیں۔

مغرب کو اس نکتہ کو سمجھنا چاہئے کہ حقیقی دین و مذہب کے بغیر مادیت کی فضا کے ذریعہ انسان حیوان کی صورت ہی بن سکتا ہے، انسان نہیں۔

قرآن وسنت میں موجود نور تک رسائی حاصل ہونا

• ذکر و مراقبہ پر محنت کرنے والے کو یہ صلاحیت عطا ہوتی ہے کہ وہ قرآن وسنت میں موجود نور تک رسائی حاصل کر سکتا ہے، وہ اس نور کو جب اپنے دل میں موجود نور سے پرکھتا ہے تو وہ حیرت انگیز خوشی محسوس کرنے لگتا ہے۔

قبض و بے چینی کے انگاروں اور حلاوت کی کیفیات سے گزرتے رہنا

•راہ محبت میں طالب کو جو ایک بڑی قربانی دینی پڑتی ہے وہ قبض و بے چینی کے انگارے ہوتے ہیں، جس سے طالب آئے دن گزرنا پڑتا ہے، قبض و بے چینی کے یہ انگارے نفس کی مزاحمت کی وجہ سے بھی ہوتے ہیں تو اللہ کے جلالی صفات کے عکس کے ظہور کی وجہ سے بھی۔ بے چینی کے ان انگاروں سے گزرے بغیر نہ تو نفس کے سنورنے اور مہذب ہونے کی

صورت پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی اللہ سے وصال کی حالت پیدا ہوتی ہے، قبض و بے چینی کے ساتھ ساتھ طالب کو وقتاً فوقتاً خوشی و مسرت اور حلاوت کے حالات سے بھی گزرنا پڑتا ہے، یہ حالات وخوشی کے یہ لمحات بھی بے مثال ہوتے ہیں، جس سے بے چینی کے انگاروں کے اثرات مدھم ہونے لگتے ہیں۔

راہ سلوک میں طالب برسوں تک انہی حالات میں رہنے لگتا ہے قبض و بے چینی کے شدید حالات کے وقت وہ محبوب حقیقی کی طرف رحم کی نظروں سے دیکھنے لگتا ہے اور اس وقت اس کی حالت قابل دید ہوتی ہے، خوشی و حلاوت کے حالات کے وقت وہ محبوب کے لئے شکر کے بے پناہ جذبات سے سرشار ہونے لگتا ہے، طالب کے بیس پچیس سال تک یہی حالات ہوتے ہیں، جس سے وہ گزرنے لگتا ہے۔

ہر قسم کے ڈپریشن سے بچاؤ کی صورت کا پیدا ہونا

•ذکر و مراقبہ موجودہ دور کے سب سے بڑے مرض ڈپریشن کا شافی علاج ہے، مراقبہ کے ذریعہ ہر قسم کے ڈپریشن سے بچاؤ کی صورت پیدا ہوتی ہے، ہم نے ایسے افراد کو بھی دیکھا ہے جو روزانہ ڈپریشن کی پانچ سات گولیاں کھانے کے باجود وہ نیند سے محروم تھے، جب کہ دو گھنٹے کے مراقبہ سے وہ آٹھ دس دن میں اٹھ کھڑے ہوئے، گولیوں سے نجات ملی اور شفایابی بھی حاصل ہوئی۔

ڈپریشن کا روحانی نوعیت کا مرض ہونا

ڈپریشن روحانی نوعیت کا مرض ہے کہ انسانی شخصیت محبوب حقیقی سے دور ہو کر مادیت میں کھو جاتی ہے، اس کی سزا کے طور پر افراد کو ڈپریشن میں مبتلا کیا جاتا ہے، اس کا علاج یہی ہے کہ ساری ذہنی توانائی کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع اختیار کیا جائے۔

نفس و شیطان کی طرف سے طالب کو بزرگی پر اکساتے رہنا

•ذکر و مراقبہ کی راہ ایسی ہے جہاں نفس اور شیطان فرد کو بار بار اکساتا رہتا ہے کہ اب تمہارے مجاہدے بہت زیادہ ہو گئے ہیں، اب تم بزرگی کے مقام پر فائز ہو گئے ہو، ایسے افراد کو بعض خام بزرگوں کی طرف سے خلافت بھی مل جاتی ہے، چنانچہ وہ قبل از وقت بزرگی کی مسند پر فائز ہو کر مرید بنانے اور پیسے کمانے کے لئے کوشاں ہونے لگتے ہیں، یہ بڑے خطرے کی بات ہے، نفس کی اصلاح کے لئے نکلنے والا فرد اگر اپنی برتری اور بزرگی کی راہ پر گامزن ہو جائے تو یہ خطرہ ہی خطرہ ہے، اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ فرد حرص و ہوس سے بلند ہو جائے اور دولتمندوں والی زندگی و آسائش کے سامان سے اس کے دل میں کراہت پیدا ہو۔

نفس اور دل کے سارے گوشوں اور پہلوؤں کی اصلاح کا ہونا

•ذکر و مراقبہ میں یہ خاصیت موجود ہے کہ اس سے نفس اور دل کے سارے گوشوں اور سارے پہلوؤں کی اصلاح ہو جاتی ہے، لیکن اس کے لئے غیر معمولی مجاہدوں کی ضرورت ہے۔

نفس کے وسیع سمندر میں مگرمچھوں کا موجود ہونا

•اصلاح نفس کے کام سے ناآشنا افراد سمجھتے ہیں کہ اصل کام تو دوسروں کی اصلاح ہے یا اصل کام تو اقامت دین کی جدوجہد کرنا ہے، چنانچہ وہ اپنی اصلاح کے بغیر نفس کے وسیع سمندر میں داخل ہوتے ہیں، جہاں بہت سارے مگرمچھ کھانے کے لئے منہ پھاڑے موجود ہوتے ہیں، چنانچہ وہ بیچارے اکثر ان مگرمچھوں کی نذر ہو جاتے ہیں، یہ مگرمچھ کیا ہیں، اپنی برتری کے جذبات ہیں، حرص و ہوس کی دنیا ہے، خود نمائی اور جذبہ شہرت وغیرہ، بزرگ ہمیشہ اصلاح نفس پر سب سے زیادہ زور دیتے رہے ہیں، تاکہ فساد کی اصل جڑ کمزور ہو جائے،

موجودہ دور خود رائی کا دور ہونے کی وجہ سے بزرگوں کی بات سننے کے لئے آمادگی موجود نہیں۔

اللہ کی شان عظمت کا قائم ہونا اور شخصیت کا مٹتے رہنا

• ذکر اور مراقبہ کا اگر اور کوئی فائدہ بھی ہوتا تو اس کا ایک فائدہ ہی سب سے بڑا فائدہ ہے کہ اس سے اللہ کی شان عظمت قائم ہوتی ہے، جس سے شخصیت مٹتی رہتی ہے اور عجز اور فنائیت حاصل ہوتی ہے۔

دکھ، مصیبت اور تکلیف کا محبوب سے دوری کا نام ہونا

• ذکر و مراقبہ ہر نوعیت کی مشکل اور مصیبت کا علاج ہے، اس سے مشکل اور مصیبت کا احساس باقی نہیں رہتا، مولانا رومی نے فرمایا ہے کہ دکھ، اذیت، تکلیف اور مصیبت نام ہے محبوب حقیقی سے دوری کا۔ جوں ہی محبوب سے ذکر و فکر کے ذریعہ تعلق قائم ہوتا ہے، مصیبت راہ فرار اختیار کرنے لگتی ہے۔

جنت میں جنتیوں کو ایک ہی حسرت کا ہونا

• حدیث شریف ہے کہ جنت میں جنتیوں کو کوئی دکھ و افسوس نہ ہوگا، سوائے اس دکھ کے کہ انہوں نے دنیا میں جو وقت ذکر کے بغیر گزارا، وہ کیوں گزارا، اس سے معلوم ہوا کہ ذکر مقصود کے درجہ میں شامل ہے، اسے فیصلہ کن اہمیت دینی چاہئے۔

آخر میں فرد کے ایمان و یقین کی مزید ترقی کا قرآن اور نماز سے ہونا

ذکر کی ترتیب یہ ہے نماز، تلاوت قرآن اور ذکر، لیکن شروع میں ذکر کو کچھ زیادہ وقت دینا چاہئے، تاکہ کثرت ذکر کے نور سے نفس اور دل کے اندر موجود گندگی کی صفائی کی صورت پیدا ہو، اس کے بعد ذکر کو کم کر کے قرآن اور نماز سے زیادہ تعلق قائم ہونا چاہئے، فرد کے ایمان و یقین کی مزید ترقی قرآن اور نماز سے ہوگی۔

اس ترتیب سے چلنے سے اصلاح کی بہت بہتر صورت پیدا ہوتی ہے اور فرد دیکھتے ہی دیکھتے کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے۔

اللہ کا ذکر کا سب سے طاقتور ہتھیار ہونا

• نفس ایسی بُری بلا ہے کہ وہ کسی بھی طریقہ سے مطیع نہیں ہوتا، لیکن اللہ کے ذکر اور مراقبہ کا ہتھیار ایسا ہے جس سے وہ مطیع ہوتا ہے۔

حقیقی ترقی کی صورت

بہتر تربیت کے نظام کا ہونا

ہماری دینی، اخلاقی اور معاشی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ مفادات و اغراض ہی ہیں، اغراض کے ہوتے ہوئے ترقی کے نام پر بلند بانگ منصوبوں کے اعلانات تو ہو سکتے ہیں، لیکن حقیقی ترقی نہیں ہو سکتی، جب تک تربیت کے ذریعہ اغراض و مفادات سے بلندی کی صورت پیدا نہیں ہوتی، تب تک ہماری بہتری کے راستے نہیں کھل سکتے، اغراض سے بددیانتی اور بے ایمانی جنم لیتی ہے، اور اس سے لوٹ مار پیدا ہوتی ہے، تربیت و تزکیہ سے نفس کی پاکیزگی اور قوم کی بھلائی کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

جب اللہ اللہ کرنے والا موجود نہ ہوگا تو قیامت قائم ہوگی

حدیث شریف ہے کہ جب تک دنیا میں ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا موجود ہوگا، تب تک قیامت قائم نہ ہوگی۔

یعنی قیامت جیسے ہولناک دن کو روکنے والی چیز اللہ اللہ کرنا ہے، اسی طرح نفس جیسی ہولناک قوت اور اللہ کی زمین پر فساد کو روکنے والی چیز اللہ اللہ کرنا ہے، جب اللہ اللہ کرنا رک جاتا ہے تو نفس اپنی واردات کرنا شروع کر دیتا ہے اور اس کی برپا کردہ واردات سے انسانی دنیا

میں فساد برپا ہونے لگتا ہے اور ایک دوسرے پر اپنی بالادستی کو قائم رکھنے کے لئے ملکوں کی سطح پر بھی تو افراد کی سطح پر بھی تصادم شروع ہو جاتا ہے۔

اللہ کی ذات میں ایسا نور اور ایسی توانائی موجود ہے کہ جب اللہ اللہ کیا جاتا ہے تو نفس کی فساد زدہ حالت تبدیل ہو کر افراد ایک دوسرے سے محبت و شفقت کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس طرح انسانی معاشرہ تصادم و کشیدگی سے محفوظ ہونے لگتا ہے۔

اس حدیث شریف اور ہمارے بیان کردہ نکتہ سے اللہ اللہ کرنے کی اہمیت پوری قوت سے اجاگر ہوتی ہے۔

علوم کا دروازہ کھلنا

جب علمی مزاج کا حامل فرد دل کی گہرائیوں اور کثرت سے اللہ اللہ کرنے لگتا ہے تو اس کے دل اور ذہن پر معرفت، خود شناسی اور انسانی نفسیات کے حوالے سے علوم کا ایسا دروازہ کھلتا ہے کہ فرد خود حیرت زدہ ہو جاتا ہے کہ یہ بیش بہا نکات کہاں سے آرہے ہیں، مولانا رومی، اقبال اور شاہ عبداللطیف بھٹائی کے علوم اسی طرح کے ہیں۔

یہ علوم دراصل کثرت سے اللہ اللہ کرنے ثمرات ہوتے ہیں۔

تنہائی کے فوائد و ثمرات

موجودہ دور میں تنہائی کا مطلب ڈپریشن میں مبتلا ہونا ہے، جب کہ روحانیت کی دنیا میں تنہائی محبوب حقیقی سے تعلق مستحکم کر کے خوشی و حلاوت کی ایک نئی دنیا سے بہرہ ور ہونا ہے، اور وہ قوت حاصل کرنی ہے، جس سے فرد دوسرے انسانوں کے لئے خیر و برکت کا باعث بن سکے اور اسلامی شریعت پر اخلاص کے ساتھ گامزن ہو سکے۔

دونوں قسم کی تنہائیوں میں کتنا فرق ہے، خدا پرستی پر مبنی روحانیت میں تنہائی مستقل نوعیت کی نہیں ہوتی، عبوری عرصہ کے لئے ہوتی ہے، جب تک نفس کی قوت کمزور ہو جائے

اور اس کے فساد برپا کرنے کا زور ٹوٹ جائے اور مادیت پرست قوتوں کے اثرات کو مسترد کرنے کی استعداد پیدا ہو۔

خدا پرستی پر مبنی روحانیت میں تنہائی کو نہ صرف پسند کیا جاتا ہے، بلکہ ایک حد تک ضروری سمجھا جاتا ہے، خاص طور پر اس وقت جب لوگوں سے مل جل کر رہنے سے ان کی اذیت اور دل آزاری ہو اور ان پر اپنی برتری کو قائم رکھنے کی ادا غالب ہو، اس طرح کے حالات میں تنہائی اور گوشہ نشینی سے وہ قوت ملتی ہے، جس سے فرد کی روحانی صلاحیتیں بیدار اور طاقتور ہوتی ہیں، نفس کی قوت کمزور ہوتی ہے اور سلیقہ انسانیت سے بہرہ وری کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔

ایک حدیث شریف ہے کہ ایک وقت آئے گا، جب لوگ ایمان بچانے کے لئے بکریاں لے کر پہاڑوں پر چلے جائیں گے، اس حدیث سے محدثین نے یہ مفہوم لیا ہے کہ جب حالات انتہائی پُر فتن ہوں تو اس وقت ایمان کی سلامتی کے لئے گوشہ نشینی اختیار کی جائے، گوشہ نشینی سے فرد، مادیت پرست قوتوں سے یکسو ہو کر اللہ سے اپنے تعلق کو مستحکم کرتا ہے۔

فتنوں کا بارش کے قطروں کی طرح ہونا

- حدیث شریف ہے کہ ایک زمانہ آئے گا جب فتنے بارش کے قطروں کی طرح پیدا ہوں گے، ایک فتنہ ابھی پوری قوت سے موجود ہو گا تو دوسرا فتنہ نمودار ہو گا، پھر تیسرا اور چوتھا، غرض کہ فتنوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہو گا اور لوگ نہایت آسانی سے ان فتنوں کی نذر ہوتے جائیں گے، ان فتنوں سے بچنے کی صورت اللہ کے ذکر کو وظیفہ بنانے سے ہی وابستہ ہے، اللہ سے جتنا زیادہ تعلق قائم ہو گا، فرد و افراد اسی نسبت سے فتنوں سے بچنے میں کامیاب ہوں گے، دوسری صورت میں فتنوں کا نشانہ ہی بنتے رہیں گے۔

وقت کے چیلنج کو سمجھنے اور اللہ اللہ کرنے والی طاقتور دینی تحریک کی ضرورت

• معاشرے کوایسی دینی تحریک کی ضرورت ہے، جو وقت کے چیلنج کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ خداپرستی پر مبنی روحانیت کے طاقتور اجزاء سے بہرہ وہ ہو، جو مادیت کی عالمی تحریک کے ساتھ ساتھ مادیت کی مقامی تحریک کے بالمقابل کھڑی ہو، اس طرح کی تحریک اللہ سے والہانہ محبت اور ذکر و فکر کے ذریعہ ہی معاشرے میں اپنی بنیاد مستحکم کر سکتی ہے۔

ایسی دینی تحریک جس کی روحانی بنیادیں کمزور ہوں گی، جس سے وابستہ افراد ذکر و فکر سے بے نیاز ہوں گے، ایسی تحریک نہ صرف کہ معاشرے میں کوئی مقام حاصل نہ کر سکے گی، بلکہ اس کے لئے اپنے ساتھ وابستہ افراد کو مادیت کی عالمگیر طوفانی لہروں اور باہمی شکوہ شکایات سے بچانا ہی دشوار ہو گا، اس طرح کی تحریک میں جب پرانے افراد نہ رہیں گے تو وہ غیر مؤثر ہو جائے گی اور اخباری بیانات کی بنیاد پر اپنے وجود کو قائم رکھنے کے لئے کوشاں ہو گی۔

ذکر سے کردار کیوں نہیں بنتا؟ سوال کا جواب

• کہا جاتا ہے کہ ذکر و مراقبہ کرنے والے کافی افراد دیکھے گئے ہیں جو ذکر و مراقبہ کے باوجود معاملات اور کردار میں پیچھے ہیں، آخر ذکر سے ان کے کردار میں رونق کیوں نہیں پیدا ہوتی؟

اس کا سبب یہ ہے کہ کردار بننے میں وقت لگتا ہے، نفس جیسی ہولناک قوت پوری طرح آسانی سے مطیع نہیں ہوتی، ذکر سے فائدہ تو شروع سے ہوتا ہے، لیکن ذکر کو نفس کی بہیمت کو کنٹرول کرنے میں وقت لگتا ہے، قرآن نے کثرت ذکر کے بارے میں فرمایا ہے، کثرت ذکر ہو گا تو اس سے کردار اور معاملات میں جلدی بہتری آتی جاتی ہے۔

موجودہ دور میں ہر فرد کا دوسروں سے خوف زدہ ہونا

موجودہ دور میں انسان کی نفسیات کچھ اس طرح کی بن گئی ہے کہ ہر فرد دوسروں سے خوف زدہ رہنے لگا ہے، یہ خوف اس بات کا ہے کہ کہیں فلاں فلاں دوست کی طرف سے گلا

غیبت کی صورت میں عزت مجروح نہ ہو، یا فلاں ساتھی کی طرف سے اپنی برتری کی خاطر میری تحقیر نہ ہو یا کسی کی طرف سے معاشی نقصان نہ ہو۔

لوگ عام طور پر دوسروں سے اسی طرح کی خوف زدگی کی حالت میں رہنے لگے ہیں، یہ بڑی المناک صورتحال ہے، لیکن جو فرد اللہ کا کثرت سے ذکر و مراقبہ کرتا ہے، وہ بے ضرر سا انسان بن جاتا ہے، لوگ اس کی طرف سے محفوظ ہوتے ہیں کہ اس سے ہمیں کسی قسم کا خوف وخطر لاحق نہیں ہے، سبب یہ ہے کہ ذکر کا نور اسے احترام انسانیت کا حامل بنا دیتا ہے۔

ذکر سے اللہ کا ملنا

ذکر کی ایک بڑی اہمیت وفضیلت یہ ہے کہ اس سے اللہ ملتا ہے، اور اللہ کی طرف سے دل میں تسلی ڈال دی جاتی ہے، دل سے دنیا کا رعب ختم کر دیا جاتا ہے، خوف وحزن کو دل سے نکال دیا جاتا ہے، دین پر چلنے کے لئے استقامت عطا کی جاتی ہے، لوگوں سے شفقت سے پیش آنے اور ان کو نوازنے کی صلاحیت عطا کی جاتی ہے۔

یہ فوائد و ثمرات ایسے ہیں کہ اگر اس کا مشاہدہ ہو جائے تو فرد جان توڑ مجاہدوں سے کام لے کر بھی ذکر و مراقبہ کرتا رہے۔

ہماری نسلوں کا مغربی
تہذیب کے اثرات کی زد میں ہونا

ہماری نسلیں اس وقت بُری طرح مغربی تہذیب کے اثرات کی زد میں ہیں، اگرچہ مغربی تہذیب کے یہ اثرات پچھلے ڈیڑھ دو سو سال سے ہیں، لیکن جدید ٹیکنالوجی نے ان اثرات کو کئی گنا زیادہ بڑھا دیا ہے، ان اثرات کا سب سے منفی پہلو عورت و مرد کی جنسی آزادی اور عورت کو زندگی کے ہر شعبہ میں ساتھ رکھنا ہے، اس کا لازمی نتیجہ جنسی ہیجان خیزی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، جس کے تحت عورت مرد کے لئے مضطرب رہتی ہے اور مرد

عورت کے لئے۔اور ہر وقت یہی نشہ غالب رہنے لگتا ہے، مرد وعورت کی توانائیاں اسی جنوں میں ضایع ہوتی ہیں۔ مغرب میں یہ جنسی ہیجان خیزی اپنی آخری حدود تک پہنچ چکی ہے، اس کا نتیجہ خاندانی اور گھر ولی زندگی کی تباہی کی صورت میں نکلا ہے، ہمارے ہاں بھی بد قسمتی سے دیر یا سویر اس کا یہی نتیجہ نکل سکتا ہے، اگر اس کے روک تھام کا انتظام نہ کیا گیا۔

دین ومذہب وہ ڈھال ہے، جو عورت ومرد کو قابو میں رکھتا ہے اور ان کو اپنے دائرہ کار اور حدود سے آگے جانے نہیں دیتا، نیز دین ومذہب سے ہی خیالات کی پاکیزگی قائم رہتی ہے، اس لئے دین ومذہب کی روایات کو مستحکم کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

مغربی تہذیب سے فریفتگی کی حد تک تعلق دلوں پر زنگ لگانے کا ذریعہ بن سکتا ہے، جب ایک مرتبہ دلوں پر زنگ لگ جاتا ہے تو پھر وہ مٹتا نہیں، مجھے اس کا تجربہ اس طرح ہوا کہ میری خمیں کے ایک حصہ پر کسی طرح زنگ لگ گیا، اب وہ زنگ صاف نہیں ہوتا، وہ خمیں کا مستقل حصہ بن گیا ہے، **کلا بل ران علیٰ قلوبھم بما کانوا یکسبون** (ہر گز نہیں بلکہ ان کی کمائی کی بدولت ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے) زنگ آلودہ دل سے بڑھکر دنیا میں کوئی عتاب نہیں۔

مسلمانوں کو دین پر قائم رکھنے کی صورت

مولانا شبلی نعمانی جو برصغیر ہند کے بہت بڑے محقق تھے، سیرت نبوی کے مصنف، جو عملاً تصوف سے وابستہ نہیں تھے، ان سے مولانا سندھی نے پوچھا کہ انگریز کے غلبہ کے بعد مسلمانوں کی دینی طور پر جو زبوں حالی شروع ہوئی ہے، اس کی روک تھام کس طرح ہو سکتی ہے، اور مسلمانوں کو دین پر کس طرح قائم رکھا جا سکتا ہے، مولانا شبلی نے فرمایا، اہل اللہ کی صحبت کے ذریعہ۔

اس سے اندازہ لگائیں کہ ہمارے بڑے بڑے محقق سمجھتے تھے کہ اصلاح، باعمل افراد کی صحبت ہی سے ہو سکتی ہے۔

اندر سے نکلنے والی طوفانی لہریں
ماہر نفسیات ینگ کی نظر میں

جدید نفسیات کے بانی فرائیڈ کے ساتھی ینگ لکھتے ہیں کہ انسانی شخصیت اندر سے اتنی منفی طاقت کی حامل ہے کہ اندر سے جذبات، خواہشات اور امنگوں کے طوفان اٹھتے رہتے ہیں، اور انسان ان طوفانی لہروں کی نذر ہو جاتا ہے، ماہرین نفسیات کا کام یہ ہے کہ وہ انسانوں کو ان کی ان ہولناک قوتوں پر کنٹرول کرنا سکھائیں ینگ لکھتا ہے کہ اس معاملے میں مذہب کا کردار بہت اہم ہے۔

دین ومذہب یہی کردار ذکر وفکر اور عبادت کے ذریعہ سر انجام دیتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ اس کی پشت پر مسلم نفسیات کا ماہر بھی موجود ہوتا ہے۔

اللہ کے انوار، حسن اور توانائی کے اجزاء
سے بہرہ ور ہوتے رہنا

ذکر اندر سے نکلنے والی طوفانی لہروں کے وقت فرد کو سہارا دیتا ہے۔

اللہ کی ذات بے مثال ذات ہے، اس ہستی کا نام اللہ ہے، اللہ کائنات میں موجود حسن، انوار اور توانائی کا مرکز ہے، جب فرد دل سے اللہ اللہ کرتا رہتا ہے (یعنی پوری ارتکاز قوت سے) تو فرد کی شخصیت پر اللہ کے انوار، حسن اور توانائی کے اجزاء شامل ہو جاتے ہیں۔ جس سے نفس، شیطان اور مادہ پرست قوتوں اور مادی حسن سے مقابلہ کی صورت پیدا ہوتی رہتی ہے، فرد جب تک ذکر میں مصروف رہتا ہے تو اس کی شخصیت میں پاکیزگی اور ایمانی کیفیات میں بہتری موجود رہتی ہے، لیکن جوں ہی وہ ذکر سے غافل ہوتا ہے، ان قوتوں کو شخصیت پر حملہ آور ہونے کا موقعہ ملتا رہتا ہے۔

اس لئے ذکر کے ذریعہ اللہ کے انوار، حسن اور توانائی کے اجزاء سے بہرہ ور ہوتے رہنا ناگزیر ہے۔

گھر والوں کے لئے شفیق ہونا

حدیث شریف ہے کہ تم میں اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے اچھا ہو۔

اللہ کا دل سے بکثرت ذکر کرنے والا فرد اس حدیث کے مصداق ہوتا ہے، وہ گھر والوں کے لئے زیادہ شفیق ہوتا ہے، گھر والوں کی آئے دن الٹی سیدھی باتیں سننے کا نہ صرف عادی ہوتا ہے، بلکہ اس سے ان کے ساتھ اس کی محبت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

اللہ کا ذکر کرنے والے کا بے نفس ہونا

•اللہ کا ذکر کرنے والا بے نفس ہوتا ہے، وہ معاصر شخصیتوں کو بھی اپنے دل میں جگہ دیتا ہے اور ان کی تعریف کرتا ہے، البتہ ایسی شخصیتیں جن کی اداؤں سے خود ثنائی یا بزرگی کا زعم ظاہر ہوتا ہے، ان کے بارے میں وہ خاموش رہتا ہے، اس لئے کہ ان کی تعریف کرنے سے ان کی اس غلط ادا میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

مسلسل قلبی ذکر سے
نفس کی قوت کا پسپا ہونا

ایک بزرگ جس نے پچیس سال تک اللہ کے قلبی ذکر پر مجاہدے کئے، وہ نفس کی ہولناک قوت کا ایک مثال سے ذکر کرتے ہیں، کہتے ہیں ایک شخص غار میں موجود ہو، اسے غار سے نکالنے کے لئے جتنے بھی جتن کئے جائیں اور وظائف پڑھے جائیں، لیکن وہ نکلنے کا نام نہیں لیتا، لیکن اگر غار میں گرم پانی کا پھوارہ چھوڑ دیا جائے تو وہ شخص غار سے فرار ہونے پر مجبور ہو جائے گا، وہ کہتے ہیں، یہ گرم پانی کا پھوارہ اللہ کا قلبی ذکر ہے، مسلسل اللہ کے قلبی ذکر کرتے رہنے سے نفس کی قوت بالآخر پسپا ہونے لگتی ہے، اس قوت کو پسپا کرنے کے لئے دوسری کوئی صورت موجود نہیں، اللہ کے اسم ذات کی قوت ہی اسے پامال کر لیتی ہے۔

زیادہ ذکر کرنے والوں کا
سرمایہ حیات ہونا

•جو افراد صاحب دل شخصیت سے اللہ کی محبت کی خاطر جڑتے ہیں، وہ ان کے سب سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں، ان میں وہ افراد جو غیر معمولی مجاہدوں سے کام لیتے ہیں، وہ تو اس کے لئے سرمایہ حیات ہوتے ہیں، اس لئے کہ اللہ سے محبت کا تسلسل انہی سے قائم اور برقرار رہتا ہے۔

اپنے گناہوں کو زیادہ سمجھنا

•اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والا فرد اللہ کی شان عظمت کے زیر اثر رہنے لگتا ہے، اس کی وجہ سے وہ اپنے گناہوں کو بہت زیادہ سمجھنے لگتا ہے، ان گناہوں کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو سزا کا مستحق سمجھتا ہے، البتہ اسے امید ہوتی ہے کہ اللہ اپنے فضل خاص سے اسے معاف کر دے گا۔

باطنی امراض سے بچنے کی
سعادت کا حاصل ہونا

•جو اللہ کے نام کے تکرار ذکر کے ذریعہ تزکیہ کے مراحل سے گزرتے ہیں، اللہ انہیں اپنے فضل خاص سے تکبر، حرص وہوس، حسد وجلن، ضد کی نفسیات اور دوسروں کی تحقیر جیسے امراض سے بچا دیتا ہے، ان میں سے ہر مرض ایسا ہے، جو فرد کی آخرت کی زندگی کو غارت کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

جو اللہ کا ہو جاتا ہے، اللہ کا اس کا ہو جانا

•حدیث شریف ہے کہ جو اللہ کا ہو جاتا ہے، اللہ اس کا ہو جاتا ہے، اللہ کا ہو جانے کے لئے نفس کی قوت کو فنا کرنا پڑتا ہے، جس کے لئے طویل عرصہ تک اللہ کے ذکر کا سہارا لینا پڑتا ہے، جب تک نفس کی خواہشات کسی بھی درجہ میں موجود ہیں، تب تک اللہ نہیں ملتا۔

ڈاکٹر محمد امین

اسکرین کا نشہ

اسمارٹ موبائل نے اسلامی اقدار کی تباہی میں بنیادی کردار ادا کیا۔

سوشل میڈیا سے دین اور اہل دین کو پہنچنے والے نقصانات کی فہرست طویل ہے علماء کرام سے درخواست ہے کہ اسکرین کے نشے کو حرام قرار دیا جائے۔

ہمارے ہاں ایک متھ تھی۔ جب لوگ ٹی وی پر تنقید کرتے تھے کہ جی، یہ تو ایک دھات/ پلاسٹک کا بنا ہوا آلہ ہے۔ یہ نہ اچھا ہے نہ بُرا بلکہ اس کا تعمیری استعمال اسے اچھا بنا دیتا ہے اور بُرا استعمال اسے بُرا بنا دیتا ہے حالانکہ خود مغرب کے بہت سے دانشور اور فلسفی تسلیم کرتے ہیں کہ مغربی ٹیکنالوجی مذہب کش ہے اور اخلاقی اقدار کا خاتمہ کرتی ہے بلکہ اس نے متبادل مذہب کی شکل اختیار کر لی ہے۔

اس کے مقابلے میں قرآن حکیم نے یہ اصول دیا ہے کہ اگر کسی چیز کے استعمال کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہو تو وہ 'حرام' ہے اور اس کا استعمال ممنوع ہے۔ قرآن حکیم نے اس اصول پر سود، شراب، جوئے اور قمار بازی کو حرام قرار دیا ہے (۱) اور نبی کریم ﷺ نے منشائے ایزدی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جو چیز حرام ہے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے (گو اس سے نقصان مبرہن نہ ہو) (۲) جیسے شراب (خمر) کی کثیر تعداد حرام ہے تو اس کا ایک گھونٹ یا چند قطرے پینا بھی حرام ہیں گو ان سے نشہ نہ ہو۔

کمپیوٹر، لیپ ٹاپ، ایل ای ڈی اور موبائل اسکرین پر گیمیں کھیلنا، تشدد اور فحاشی پر مبنی پروگرام دیکھنے نے ایک نشے کی سی صورت اختیار کر لی ہے جس میں بعض میں تو جوا بھی ہوتا ہے۔ یہ صرف لہو ولعب نہیں ہے جس میں آدمی اتنا مگن ہو جاتا ہے کہ فرائض سے غفلت ہو جاتی ہے بلکہ اس کے کثرت استعمال سے باقاعدہ جسمانی، دماغی اور اخلاقی امراض لاحق

ہوتے ہیں۔ انسان کے رویے اور عادتیں بدل جاتی ہیں۔ بعض بچے خودکشی کر لیتے ہیں اور بعض ان پروگراموں سے تشدد (Violance) سیکھ کر دوسروں کی جان لے لیتے ہیں اور یہ وبا عالمگیر ہو چکی ہے۔ شیطان کا یہ بھوت ہر گھر کے بیڈ روم تک پہنچ چکا ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے ہاں اسے ہر طالب علم کی 'ضرورت' سمجھ لیا گیا ہے اور حکمران لیپ ٹاپ مفت تقسیم کر کے کریڈٹ لیتے ہیں کہ ہم نے بہت اچھا کام کیا ہے۔ والدین خود خرید کر بچوں کو لیپ ٹاپ اور موبائل دیتے ہیں اور بچے گھر میں والدین کی موجودگی میں، اپنے کمرے میں، تعلیم کے نام پر، جو چاہتے ہیں دیکھتے ہیں اور والدین کو پتا ہی نہیں ہوتا کہ وہ کیا دیکھ رہے ہیں۔ ناسمجھ مائیں اپنے چھوٹے (اور بعض اوقات شیر خوار) بچوں کے ہاتھ میں موبائل دے کر گھر کے کام کاج کرتی ہیں سہیلیوں سے گپ شپ کرتی ہیں یا خود اسکرین پر ڈرامے اور فلمیں دیکھتی ہیں۔

ہمارے علماء کرام خمر پر قیاس کرتے ہوئے ہر نشہ آور چیز کو حرام قرار دیتے ہیں جیسے بھنگ، چرس، گانجا، افیون، ہیروئین، کوکین وغیرہ۔ تو سوال یہ ہے کہ اسکرین کے نشے کو حرام کیوں نہ قرار دیا جائے جب کہ اس کے نشہ آور ہونے کے مضر اثرات کے واقعات عام مشاہدے میں ہیں۔ پب جی گیم اور ٹک ٹاک سے ہر سال سیکڑوں آدمی ہلاک ہوتے ہیں۔

اس وقت صورت یہ ہے کہ لوگوں میں اسکرین کے نشے کی شناعت نہ ہونے کے برابر ہے۔ بعض علماء کرام موبائل اور موبائل کیمرے کے نقصانات تو بتاتے ہیں۔ بعض دینی جرائد میں ان کے خلاف مضامین بھی شائع ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود لوگوں میں ان شیطانی آلات کے استعمال کے حوالے سے شناعت پیدا نہیں ہوئی بلکہ دیکھا گیا ہے کہ بہت سے علماء کرام انہیں خود بھی استعمال کرتے ہیں بلکہ دینی مساجد اور مدارس میں بھی اسے استعمال کرتے ہیں لہٰذا ہم سمجھتے ہیں کہ نہی عن المنکر کا تقاضا ہے کہ ان شیطانی آلات کی شناعت کو عام کیا جائے، اسکرین کے تعمیری استعمال کے استثناء کے ساتھ۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ سارے دینی مکاتب فکر کے علماء کرام اسکرین کے نشے کی مضرت اور شناعت بار بار بیان کریں بلکہ مفتی حضرات کو چاہیے کہ اسے حرام قرار دیں تا کہ لوگ اس سے باز رہیں۔ حالت یہ ہو چکی ہے کہ معاشرتی تنہائی تو رہی ایک طرف، اب تو ایک گھر میں رہتے ہوئے لوگ ایک دوسرے سے کٹ چکے ہیں۔

ہر آدمی اپنے موبائل میں لگا ہوتا ہے۔ بچے موبائل کے بغیر کھانا کھانے کو تیار نہیں ہوتے۔ آج موبائل اسی طرح ہمارے خون میں رچ بس چکا ہے جس طرح قرآن نے کہا تھا کہ (گائے کا) بچھڑا بنی اسرائیل کے خون میں رچ بس چکا تھا اور وہ خدا کی بجائے بچھڑے کی پوجا کرنے لگے تھے۔ یہی حال اس وقت موبائل فون کے غلط استعمال کا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ علماء کرام اس کی شناعت دل ودماغ میں بٹھانے کے لیے اس کے خلاف فتویٰ دیں۔ خطیب حضرات جمعہ کی تقریر میں بار بار اس کی مضرت بیان کریں تا کہ لوگوں کو احساس ہو کہ اسکرین کا غلط استعمال گناہ اور جرم ہے۔ پانی سر سے گزر رہا ہے، ہمارے خیال میں اب اس پر خاموشی بھی جرم اور گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شر سے امت مسلمہ کو بچائے۔ (آمین)

تحریر: محترمہ امامہ رشید سروری قادری

ڈیجیٹل دور میں تزکیۂ نفس

انسانی تاریخ میں ہر دور اپنے ساتھ نئے فتنے اور چیلنجز لے کر آیا ہے لیکن اکیسویں صدی کا یہ ''ڈیجیٹل دور'' اپنی نوعیت میں منفرد اور پیچیدہ ترین ہے۔ آج انسان بظاہر تو پوری دنیا سے جڑا ہوا ہے، مگر اپنی روح اور اپنے خالق سے کٹ چکا ہے۔ انٹرنیٹ، سوشل میڈیا اور مصنوعی ذہانت (AI) کے اس سیلاب نے جہاں انسانی زندگی کو سہل بنایا ہے وہاں انسانی قلب و نظر پر ایسے پردے ڈال دیے ہیں جنہیں چاک کرنا بظاہر ناممکن نظر آتا ہے۔ اسکرین کے پیچھے چھپی ہوئی شہوات، حسد، ریاکاری اور وقت ضیاع وہ خاموش قاتل ہیں جو انسان کے تزکیہ کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ اس دور میں تزکیۂ نفس کی اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے کیونکہ اب گناہ صرف ہاتھ کی ایک جنبش (Scroll) کی دوری پر ہے۔ جبکہ انسان کی تخلیق کا اصل مقصد معرفت الٰہی ہے اور اس معرفت کا واحد راستہ ''تزکیۂ نفس'' ہے۔ تزکیہ کے لغوی معنی پاک کرنے اور پروان چڑھانے کے ہیں۔ اصطلاح تصوف میں نفس کو برائیوں، رذائل اور غیر اللہ کی محبت سے پاک کر کے اسے اللہ کی اطاعت کے لیے تیار کرنا تزکیہ کہلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں انسانی کامیابی کا دار و مدار تزکیۂ نفس پر رکھا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۔ (سورۃ الشمس۔ آیت ۱۰-۹)

ترجمہ: بیشک وہ کامیاب ہو گیا جس نے اس (نفس) کو پاک کر لیا۔ اور وہ نامراد ہوا جس نے اسے (گناہوں میں) چھپا دیا۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى۔ (سورۃ الاعلیٰ۔ آیت: ۱۴)

ترجمہ: بیشک وہی بامراد ہوا جو (نفس کی آلودگیوں سے) پاک ہو گیا۔

نفس امارہ کو روکنے کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۔ (سورۃ النازعات۔آیت: ۴۱۔۴۰)

ترجمہ: اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اور اس نے نفس کو خواہشات سے روکا، تو بیشک جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک ''تزکیہ'' ہے اللہ پاک فرماتا ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔ (سورۃ البقرہ۔آیت ۱۲۹)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول (ﷺ) مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے (کر دانائے راز بنادے) اور ان (کے نفوس و قلوب) کو خوب پاک صاف کردے، بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

حدیث مبارکہ ہے:

خبردار! جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، اگر وہ درست ہو جائے تو پورا جسم درست رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، سن لو! وہ دل ہے۔ (صحیح بخاری۔۵۲)

مجاہد وہ ہے جو اللہ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔ (جامع ترمذی۔۲۴۵۶)

ڈیجیٹل دور میں یہ جہاد اسکرین پر نظر آنے والے فتنوں، نام و نمود کی خواہش اور لایعنی بحثوں سے اپنے قلب کو محفوظ رکھنا ہے۔

اسی طرح بہت سے اولیا اللہ نے بھی اپنی اپنی حیات میں انسان کو جہاد اور تزکیہ کی دعوت دی تا کہ وہ اللہ کے روبرو کامیاب ہو سکے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری کشف المحجوب میں فرماتے ہیں:

نفس کو پہچاننا معرفت حق کی کنجی ہے۔ جو اپنے نفس کا تزکیہ نہیں کرتا وہ کبھی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ کے نزدیک نفس ایک ایسا کتا ہے جسے ریاضت کی زنجیر سے باندھنا ضروری ہے۔

امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ دل ایک آئینے کی مانند ہے اور گناہ اس پر دھوئیں یا زنگ کی طرح ہیں۔

حضرت سخی سلطان باھو عین الفقر میں فرماتے ہیں:

نفس امارہ کو قتل کرنا تلوار سے ممکن نہیں، اسے صرف ''اسم اللہ ذات'' کی تجلی سے مارا جا سکتا ہے۔

آپ کے نزدیک نفس ایک ایسا فرعون ہے جو صرف اللہ کے نور کے سامنے جھکتا ہے۔

تزکیۂ نفس کے سبق آموز واقعات

ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب بازار میں سے گزر رہے تھے۔ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے آپ سے کہہ رہا تھا:

اے عمر! تو امیر المومنین بن گیا ہے لیکن اگر تو اللہ سے نہ ڈرا تو وہ تجھے سخت پکڑے گا!

یہ دراصل خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے جو اپنے نفس کا محاسبہ کر رہے تھے۔

پھر آپ نے فرمایا: اپنا حساب خود لو، اس سے پہلے کہ تمہارا حساب لیا جائے۔ (احیاء العلوم)

تزکیۂ نفس کا اصل راستہ یہی ہے کہ انسان خود اپنا احتساب کرے اور اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔

حضرت جنید بغدادی اپنے مریدوں کی تربیت فرما رہے تھے۔

ایک دن آپ نے اپنے ایک مرید کو دودھ (یا تیل) سے بھرا ہوا پیالہ دیا اور فرمایا'' اس پیالے کو لے کر شہر کا چکر لگاؤ، مگر شرط یہ ہے کہ اس میں سے ایک قطرہ بھی نہ گرے۔''

اس کے ساتھ ایک شخص کو مقرر کر دیا جو تلوار لے کر پیچھے چلتا تھا کہ اگر اس کا دھیان ہٹا اور دودھ گرا تو اسے سزا دی جائے۔

جب وہ واپس آیا تو حضرت جنیدؒ نے پوچھا:

راستے میں کیا دیکھا؟

اس نے جواب دیا:

ہمیں کچھ یاد نہیں، ہم تو صرف اس پیالے کو بچانے میں لگے رہے۔

آپ نے فرمایا:

بس یہی تزکیۂ نفس ہے۔ جب انسان کا دل اللہ کی طرف ایسا متوجہ ہو جائے کہ دنیا کی کوئی چیز اسے غافل نہ کر سکے۔ (الرسالہ القشیریہ)

تزکیۂ نفس یہ ہے کہ انسان اپنی توجہ کو اس قدر سنبھال لے کہ دنیا کی رنگینیوں میں رہتے ہوئے بھی اس کا دل اللہ سے غافل نہ ہو۔

جس طرح صحابہ کرام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت سے تزکیہ پایا، عصر حاضر میں سلسلہ سروری قادری کے اکتیسویں شیخ کامل اور موجودہ امام سلطان الفقر ہفتم سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس نے تزکیۂ نفس کے قدیم فلسفے کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق ڈھال کر پیش کیا ہے۔ آپ مدظلہ الاقدس اپنی نگاہ کامل اور پاکیزہ صحبت سے زنگ آلود قلوب کا تزکیہ فرماتے ہیں جس سے انسان کا نفس پاک اور قلب زندہ ہو جاتا ہے اور وہ حقیقی معنوں میں اللہ کی بندگی کرتا ہے۔

آپ مدظلہ الاقدس کی مختلف تصانیف "تزکیۂ نفس کا نبوی طریق"، "شمس الفقرا"، حقیقت نماز، حقیقت روزہ، حقیقت زکوٰۃ، اور حقیقت حج، ایسی مشعل راہ ہے جو بھٹکی ہوئی انسانیت کو دوبارہ صراط مستقیم اور بندگیٔ حقیقی کی طرف بلاتی ہے۔

اس کے علاوہ جہاں آج کے پر فتن دور میں انسان کے پاس طویل چلہ کشی اور سخت ریاضتوں کا وقت نہیں، وہاں اسم اللہ ذات کا ذکر اور تصور نفس کو پاک کرنے کا سب سے مؤثر ہتھیار ہے۔ اور آپ مدظلہ الاقدس کی تعلیمات کا بنیادی جزو بھی "اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس" ہے۔ آپ نے اسم اللہ ذات کا ذکر اور تصور عام کر دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ آپ مدظلہ الاقدس، ذکر یاھو، کی تلقین فرماتے ہیں جو براہ راست روح کی غذا ہے۔

سلطان العاشقین مدظلہ الاقدس نے ڈیجیٹل میڈیا کو ہی تزکیہ کے لیے استعمال کرنے کا درس دیا۔ آپ نے تحریک دعوت فقر کے پلیٹ فارم سے ڈیجیٹل و سوشل میڈیا کو تبلیغ دین اور اصلاح نفس کا ذریعہ بنایا۔ آپ مرید کو مختلف ڈیوٹیوں میں مصروف کر دیتے ہیں جیسے کہ ویب ڈیزائننگ اینڈ ڈویلپمنٹ، ویڈیو میکنگ اینڈ ایڈیٹنگ، سوشل میڈیا مینجمنٹ۔ یہ ڈیوٹی دراصل مرید کے نفس کی قربانی ہے۔ جب مرید اپنا وقت اور صلاحیت اللہ کے لیے وقف کرتا ہے تو اس کا تزکیہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ درحقیقت یہ ڈیوٹی نہ صرف تزکیہ کا کام کرتی ہے بلکہ ساتھ ہی ساتھ طالب ایک دنیاوی ہنر سیکھ جاتا ہے جسے دور حاضر کی ضرورت کے تحت حلال آمدن کا ذریعہ بھی بنایا جا سکتا ہے۔

ڈیجیٹل دور جہاں ایک آزمائش ہے، وہیں یہ اللہ کے قرب کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے اگر ہم اپنے نفس کی باگ ڈور شریعت اور طریقت کے تابع کر دیں۔ تزکیۂ نفس کوئی منزل نہیں بلکہ ایک سفر ہے جو موت تک جاری رہتا ہے۔ سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس فرماتے ہیں:

جس طرح انسان کے اندر خیر اور شر موجود ہے اسی طرح اس کی ایجاد میں بھی خیر اور شر موجود ہے۔ اس ایجاد کے شر کو چھوڑ دینا چاہیے اور خیر کو اپنا لینا چاہیے۔ (تعلیمات وفرمودات سلطان العاشقین)

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ٹیکنالوجی کے غلام بننے کے بجائے اسے اپنے روحانی مقاصد کے لیے استعمال کریں۔اور سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن کی تعلیمات ہمیں یہ سکھاتی ہیں کہ ہم دنیا میں رہ کر ٹیکنالوجی کو استعمال کرتے ہوئے بھی اپنے دل کو اللہ کی یاد سے کیسے منور رکھ سکتے ہیں۔

استفادہ کتب:

۱۔شمس الفقرا: تصنیف لطیف سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس۔

۲۔تزکیہ نفس کا نبوی طریق: ایضا

۳۔ تعلیمات وفرمودات سلطان العاشقین: ترتیب وتدوین مسز عنبرین مغیث سروری قادری صاحبہ۔

۴۔کشف المحجوب: تصنیف لطیف حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش احیاء العلوم: تصنیف لطیف حضرت امام غزالی۔

انتخاب: میجر (ر) خونزادہ عباس

ایک نو مسلم نوجوان کی کہانی

''وہ رات ہولناک تھی، میرے والد مجھ پر چیخ رہے تھے اور میں بھی جذباتی ہو کر کہہ رہا تھا کہ آپ جو چاہیں کر لیں، میں اسلام کبھی نہیں چھوڑوں گا۔''

محض ۱۲ سال کی عمر میں اسلام قبول کرنے والے ایک روسی نوجوان کی داستان جسے اپنے خاندان کی طرف سے سختیوں اور شدید ذہنی وجسمانی تشدد کا سامنا کرنا پڑا لیکن اسلام کا نور اس کے دل میں گھر کر چکا تھا لہٰذا ظلمت کی طرف اسے لوٹایا نہ جاسکا۔

تعارف:

مہمان: (رمضان نامی ایک روسی نو مسلم نوجوان جو دبئی میں مقیم ہے) ایک ۱۶ سالہ عیسائی روسی نوجوان جس نے محض ۱۲ یا ۱۳ سال کی عمر میں عیسائیت کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد اسلام قبول کیا۔اسلام کی خاطر اس نے اپنے گھر والوں کی طرف سے شدید ذہنی وجسمانی تشدد، قید اور تنہائی کو برداشت کیا، لیکن اس کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔

میزبان: (کینییَن ممز) ایک امریکی نو مسلم نوجوان اور معروف پوڈ کاسٹ (Canyon Mimbs Show) کے میزبان، جو نومسلموں کے سچے احوال اور ان کے ایمانی سفر کو دنیا کے سامنے لاتے ہیں تاکہ دوسروں کے لیے مشعل راہ بن سکے۔

مفصل انٹرویو

کینییَن: الحمدللہ! ہمارے ساتھ موجود یہ نوجوان اپنی داستان محبت وعزیمت سنانے کے لیے تیار ہے۔پیارے بھائی! کیا آپ ہمارے سامعین کو اپنی قبول اسلام کی پوری کہانی سنانا پسند کریں گے؟اور یہ بھی بتائیے گا کہ اسلام میں آپ کی سب سے پسندیدہ چیز کیا ہے؟

رمضان: جی بالکل! الحمدللہ۔ میری پیدائش ایک روایتی روسی عیسائی گھرانے میں ہوئی تھی۔ میرے والدین کا تعلق سوویت یونین کے اس دور سے تھا جہاں تمام مذاہب پر سخت پابندیاں عائد تھیں اور اسکولوں میں مذہب کی تعلیم بالکل مختلف انداز میں دی جاتی تھی۔ میری والدہ کا ہمیشہ سے یہ نظریہ تھا کہ کائنات میں ایک اعلیٰ طاقت یعنی خدا موجود ہے، لیکن ان کا کہنا تھا کہ تم کوئی بھی مذہب چن لو، آخر کار تم اسی ایک خدا کی عبادت کر رہے ہو گے۔ ان کی اسی بات نے میرے لیے سوچ کے نئے دروازے کھول دیے۔ چونکہ مجھے بتایا گیا تھا کہ طریقہ کار سے فرق نہیں پڑتا، اس لیے میں نے ۱۰ سے ۱۲ سال کی عمر میں بائبل کا گہرا مطالعہ شروع کر دیا۔ میں اب بھی اپنے پاس بائبل کا کنگ جیمز ورژن رکھتا ہوں۔ بائبل پڑھنے کے دوران یوٹیوب پر میرے سامنے مذہب سے متعلق کچھ ویڈیوز آنے لگیں، جن میں کچھ مسلمان مبلغین کی ویڈیوز بھی شامل تھی۔

بائبل میں میں نے پڑھا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنا چہرہ زمین پر رکھ کر سجدہ کرتے اور دعا مانگتے تھے۔ جب میں نے دیکھا کہ مسلمان بھی بالکل اسی طرح نماز پڑھتے ہیں اور خدا سے زیادہ جڑے ہوئے ہیں، تو میرے دل میں خیال آیا کہ شاید اسلام ہی وہ راستہ ہے جو انسان کو خدا کے سب سے زیادہ قریب کرتا ہے۔ میں نے اسلام پر تحقیق شروع کر دی، اگرچہ شروع میں مجھے لگتا تھا کہ اسلام صرف عربوں کا مذہب ہے اور عربی نہ جاننے کی وجہ سے میں اسے کیسے اپنا پاؤں گا؟ لیکن ایک ہم جماعت سہیلی نے میری رہنمائی کی اور بتایا کہ اسلام قبول کرنے کے لیے صرف دل سے کلمہ شہادت کا اقرار کرنا کافی ہے۔ چونکہ میری والدہ نے سکھایا تھا کہ خدا سے قربت اہم ہے، اس لیے ایک رات میں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اور سو گیا۔

اگلی صبح میرے ذہن میں وسوسے آئے کہ عربی سیکھنا اور اسلام پر چلنا بہت مشکل ہو گا، تو میں پہلے ہی دن دوبارہ عیسائیت کی طرف لوٹ گیا۔ لیکن اسکول میں میرے مسلمان دوستوں نے میرے شکوک دور کیے اور اسی دن میں نے دوبارہ سچے دل سے کلمہ پڑھا اور

مسلمان ہو گیا۔ شروع کا ایک ہفتہ بہت ہی خوبصورت اور پر سکون تھا۔ چونکہ میری عمر اس وقت محض ۱۲ یا ۱۳ سال تھی، اس لیے میرے گھر والوں نے شروع میں توجہ نہیں دی اور سمجھا کہ یہ بچوں کا ایک عارضی شوق یا فیز ہے جو دو تین ہفتوں میں خود ہی ختم ہو جائے گا۔ لیکن الحمدللہ، اس بات کو اب چار سال بیت چکے ہیں۔

کینیئن: سبحان اللہ! لیکن یہ سفر جتنا خوبصورت تھا، اتنا ہی کٹھن بھی ثابت ہوا آپ کے گھر والوں کو کب پتا چلا کہ یہ کوئی عارضی فیز نہیں ہے اور پھر ان کا ردعمل کیا تھا؟

رمضان: تقریباً دو ہفتوں کے بعد آزمائشوں کا آغاز ہوا۔ روسی معاشرے میں عام طور پر غیر مسلموں میں شراب کا استعمال عام ہے۔ ایک رات میرے والد ایک خاندانی تقریب سے لوٹے تو وہ نشے کی حالت میں تھے اور کچھ غصے میں بھی تھے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے صبح چار بجے کا الارم کیوں لگایا ہے؟ میں نے سچ بتا دیا کہ میں فجر کی نماز کے لیے اٹھوں گا۔ یہ سنتے ہی وہ آپے سے باہر ہو گئے اور چیخنے لگے کہ اس بکواس کو فوراً بند کرو اور اسلام چھوڑ دو۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ روسیوں کا طریقہ نہیں ہے اور تم اپنی قوم کے غدار ہو۔ یہ صرف میرے والد کی بات نہیں، میں جتنے بھی روسی یا سلاوک لوگوں سے ملتا ہوں، ان کے ۹۰ فیصد کا یہی کہنا ہوتا ہے کہ تم ایک نقلی روسی اور غدار ہو۔ اس رات میرے والد نے میرا فون اور تمام چیزیں چھین لیں۔ میں ایک چھوٹا بچہ تھا، اس لیے میری جذباتی حالت اتنی مضبوط نہیں تھی اور میں رونے لگا۔ میری والدہ سے بھی والد کا ساتھ دیا اور کہا کہ اب اس گھر میں اسلام کا نام و نشان نہیں ہونا چاہیے۔

مجھے اس وقت پہلی بار دو ماہ کے لیے گھر میں قید (گراؤنڈ) کر دیا گیا۔ میرے پاس نہ فون تھا، نہ لیپ ٹاپ اور نہ کوئی اور ذریعہ۔ جب گھر والے باہر جاتے، تو میں ٹی وی یا سمارٹ واچ پر یوٹیوب کھول کر قرآن مجید پڑھتا اور دین سیکھتا۔ میری پوری زندگی میں مجھے الگ الگ مواقع پر مجموعی طور پر تقریباً آٹھ ماہ تک اسی طرح گھر میں قید اور ظلم کا نشانہ بنایا گیا۔ شروع

کے سالوں میں، یعنی ۱۲ سے ۱۵ سال کی عمر تک، مجھ سے بھی کچھ غلطیاں ہوئیں جن کا میں اعتراف کرتا ہوں۔ میں اپنے غصے پر قابو نہیں رکھ پاتا تھا اور والدین کے سامنے اونچی آواز میں بولنے یا بحث کرنے لگتا تھا۔ ایک مسلمان ہونے کے ناطے مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، چاہے وہ مجھ پر ظلم ہی کیوں نہ کر رہے ہوں۔ میرے والد نے مجھ سے آٹھ ماہ تک بات نہیں کی، اور والدہ بھی سخت ناراض رہتی تھیں۔ میں نے اپنی حسب سے پیسے بچا کر نماز کی ٹوپیاں خریدیں، لیکن انہوں نے وہ سب کوڑے میں پھینک دیں۔ میرے پاس جب بھی قرآن مجید ہوتا، وہ مجھ سے چھین کر چھپا دیتے یا زبردستی باہر کسی کو دینے پر مجبور کرتے۔ میں نے ایک طریقہ نکالا تھا کہ جب میں گھر کا کوڑا باہر پھینکنے جاتا تو اپنے مسلمان دوستوں کو کال کرتا کہ وہ عمارت کے ایک کونے میں قرآن مجید چھپا دیں، اور میں وہاں سے اسے چھپا کر گھر کے اندر لے آتا اور رات کو چھپ چھپ کر حفظ کرتا۔

جب میں ۱۴ سال کا ہوا تو اس مسلسل ظلم اور گھٹن کی وجہ سے میں کچھ عرصے کے لیے دین سے دور ہو گیا اور تقریباً سات ماہ تک میں نے نمازیں چھوڑ دیں۔ میرے گھر والے بہت خوش ہوئے اور انہوں نے مجھے پوری آزادی دے دی کیونکہ وہ سمجھے کہ وہ مجھے اسلام سے دور کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ لیکن پھر رمضان المبارک کا مہینہ آیا اور میں نے اپنی زندگی کے فیصلوں پر دوبارہ غور کیا۔ ۱۵ سال کی عمر کا دور میری زندگی کا سب سے زیادہ سخت اور آزمائش کا دور تھا۔ میں نے پکا ارادہ کر لیا کہ اب میں اسلام کے احکامات پر سختی سے عمل کروں گا۔ میں نے موسیقی، برتھ ڈے پارٹیاں اور لڑکیوں سے بات چیت، سب کچھ مکمل طور پر چھوڑ دیا۔ میری بہن نے جب میری سالگرہ پر مجھ سے تحفے کا پوچھا تو میں نے صاف کہہ دیا کہ میں مسلمان ہوں اور میں ان چیزوں میں حصہ نہیں لیتا۔

ایک دن میرے والد نے مجھے اپنے سامنے بٹھایا اور اسلام کو غلط ثابت کرنے کے لیے انٹرنیٹ سے کسی نام نہاد پروفیسر کا مضمون دکھایا۔ میں نے اپنے مسلمان دوستوں کی مدد سے

اس مضمون کا مکمل علمی اور لسانی رد تیار کر کے والد کو بھیجا۔ اگلے دن انہوں نے غصے میں میرا فون حک ... کیا تو دیکھا کہ میرے تمام دوست داڑھی والے مسلمان نوجوان ہیں جو میری مدد کر رہے ہیں۔ ایک سوویت ذہنیت کے حامل روسی والد کے لیے یہ منظر انتہائی خوفناک تھا۔ انہوں نے ان دوستوں کو وہابی سمجھا اور میرا باہر جانا اور فون کا استعمال بالکل بند کر دیا۔ وہ رات ہولناک تھی، میرے والد مجھ پر چیخ رہے تھے اور میں بھی جذباتی ہو کر کہہ رہا تھا: '' آپ جو چاہیں کر لیں، میں اسلام کبھی نہیں چھوڑوں گا۔''

انہوں نے مجھے ڈرانے کے لیے ایک جعلی پولیس کانٹریکٹ بنوایا جس میں لکھا تھا کہ اگر میں نے ۱۸ سال کی عمر تک مسجدوں میں جانا اور مسلمانوں سے ملنا بند نہ کیا تو وہ مجھے ۱۶ سال کی عمر میں قزاقستان کے کچی آبادیوں اور گینگسٹرز والے علاقوں میں اکیلا رہنے کے لیے بھیج دیں گے اور مجھ سے ناتا توڑ لیں گے۔ مجھے لگا کہ شاید میرے خاندان کو دبئی سے ڈی پورٹ کر دیا جائے گا، اس لیے خوف اور شدید ذہنی دباؤ کی وجہ سے میرے پھیپھڑوں میں درد شروع ہو گیا۔ میں نے اس کاغذ پر دستخط کر دیے لیکن والد سے صاف کہہ دیا کہ میں دستخط صرف آپ کی تسلی کے لیے کر رہا ہوں، لیکن میں نماز اور قرآن کا دامن کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے مزید دو ماہ کے لیے گھر میں بالکل اکیلا قید کر دیا۔

کینیئن: اس قدر کم عمری میں اتنی بڑی آزمائش! آپ کی استقامت کو سلام ہے۔ پھر آپ کی زندگی میں یہ تبدیلی کیسے آئی کہ آپ کا غصہ ختم ہوا اور والدین کے ساتھ تعلقات میں بہتری آئی؟

رمضان: الحمدللہ۔ جب اسکول دوبارہ شروع ہوئے تو دبئی کے اسکول میں ایک بہت خوبصورت مسجد بنی ہوئی تھی جہاں ایک نوجوان امام صاحب مقرر تھے۔ وہ میری زندگی کا سب سے بڑا موڑ ثابت ہوئے۔ میں نے انہیں اپنے حالات بتائے تو انہوں نے مجھے ایک بہترین نصیحت کی جو میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔ انہوں نے کہا کہ جب تم گھر جاؤ تو اپنے

والد کی پیشانی کو چومو، اپنی والدہ کو سونے سے پہلے گلے لگاؤ اور ان سے محبت کا اظہار کرو۔ انہوں نے مجھے سکھایا کہ علم سے پہلے اخلاق اور کردار کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر آپ کے پاس اسلامی علم ہو لیکن اخلاق نہ ہو تو وہ علم آپ کے پورے جسم میں بدترین طریقے سے زہر بن کر پھیل جاتا ہے۔

میں نے اپنی غلطیوں کو تسلیم کیا اور خود کو بدلنا شروع کیا۔ میں نے سوچا کہ اگر میں اپنے حالات کے بگڑنے میں اپنی غلطی تسلیم کروں گا تو پھر ان کو درست کرنے کا رستہ بھی نکل آئے گا۔ میں نے والدین کے ساتھ نرمی، محبت اور حسن سلوک کا معاملہ شروع کیا۔ ایک بار میری والدہ نے غصے میں کہا کہ اگر تم نے کل روزہ رکھا تو میں تمہیں بیلٹ (چرمی پٹے) سے ماروں گی، تو میں نے انتہائی نرمی اور مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا کہ ٹھیک ہے امی! میں کل روزہ بھی رکھوں گا اور بیلٹ ڈھونڈنے میں آپ کی مدد بھی کروں گا۔ یہ سن کر وہ ہنس پڑیں اور اگلے دن انہوں نے مجھے پیار کیا۔

اب الحمدللہ! میرے گھر میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میری والدہ اور بہن بھی میری اس اخلاقی تبدیلی کو دیکھ کر حیران رہ گئیں اور ان کا دل نرم ہو گیا۔

کینیئن: ماشاءاللہ آپ نے بہت ہی گہری بات کی کہ علم سے پہلے کردار کی اصلاح لازم ہے۔ جو لوگ آزمائشوں میں گھبرا جاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ شاید خدا ان کے ساتھ نہیں ہے، انہیں آپ کیا مشورہ دین گے؟

رمضان: میں کہوں گا کہ یہ سب آپ کی سوچ کے زاویے پر منحصر ہے۔ جب آپ دین کی خاطر تکلیف اٹھاتے ہیں تو آپ کو اس تکلیف میں ایک روحانی مٹھاس محسوس ہونی چاہیے، کیونکہ اس سے آپ کے گناہ جھڑتے ہیں، آخرت میں اجر ملتا ہے اور دنیا میں آپ کے کردار میں پختگی آتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم

یوں ہی چھوڑ دیے جاؤ گے جبکہ تم سے پہلے لوگوں کو بھی آزمایا گیا؟'' آزمائش اس دنیا میں لازمی ہے، بس ہمیں اس آزمائش میں صبر کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔

جب انسان اللہ کی صفات اور اس کے ناموں کو جان لیتا ہے، تو اس کے لیے ہر حکم پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ جیسے ایک بچہ اپنے پیار کرنے والے والد کا ہر حکم خوشی سے مانتا ہے، اسی طرح جب ہمیں اللہ سے سچی محبت ہو جائے تو دین بوجھ نہیں لگتا۔ میری زندگی کا مقصد اب اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹس کے ذریعے ان تمام نو مسلموں اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنا ہے جو اسی طرح کے حالات اور خاندانی ظلم و ستم کا شکار ہیں۔ میں نے جو غلطیاں کیں میں انہیں ایک گائیڈ بک کی صورت میں دوسروں کے سامنے رکھتا ہوں تاکہ وہ ان غلطیوں سے بچ سکیں۔ روس اور دیگر یورپی ممالک میں بہت سے سفید فام لوگ اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ اس پراپیگنڈے کا شکار ہیں کہ اسلام صرف عربوں یا سانولے رنگ کے لوگوں کا مذہب ہے، یا وہ سفید فام ہونے کی وجہ سے مسلمان نہیں ہو سکتے۔ میں ان پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ دین کا کوئی رنگ یا نسل نہیں ہوتی، اسلام کا مطلب صرف ایک خدا کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے۔

کینیئن: بہت خوبصورت اور اثر انگیز گفتگو ہوئی۔ انٹرویو کے آخر میں، میں آپ سے اپنا روایتی الوداعی سوال پوچھنا چاہوں گا۔ اگر آج آپ کے ہاتھ میں ایک ایسا مائیکروفون دے دیا جائے جس کی آواز پوری دنیا کا ہر انسان سن سکتا ہو، تو آپ دنیا کو کیا پیغام دیں گے؟

رمضان: اگر دنیا کا ہر انسان مجھے سن رہا ہو، تو میں صرف ایک بات کہوں گا: ''اگر تم لوگوں کو واقعی یہ گمان ہے کہ قرآن مجید خدا کا کلام نہیں ہے، تو پوری انسانیت مل کر اس جیسی ایک سورت یا ایک کتاب بنا کر دکھا دے، یا اسے سائنسی اور لسانی طور پر غلط ثابت کر کے دکھا دے۔'' یہی میرا پوری دنیا کے لیے پیغام ہوگا۔

کینیئن: جزاک اللہ خیر بھائی! آپ سے گفتگو کر کے بہت خوشی ہوئی۔ اللہ آپ کے ایمان اور استقامت میں مزید برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

تحریر: مسز نورین ناصر سروری قادری

وقت کی قدر و قیمت

اللہ تعالیٰ نے انسان پر بے شمار انعامات کیے ہیں جن کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا لیکن ان انعامات میں سب سے اہم نعمت وقت ہے اور یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی نعمت یعنی سونا، چاندی، ہیرے، جواہرات وغیرہ وقت کی برابری نہیں کر سکتے۔ کیونکہ دنیا کی ہر دولت کھونے کے بعد امید اور امکان ہوتا ہے کہ انسان اسے دوبارہ حاصل کر لے گا لیکن وقت ایک ایسی دولت ہے کہ اگر ایک بار چھن جائے تو دنیا کا کوئی بھی امیر ترین اور طاقتور انسان بھی اس کو واپس نہیں لوٹا سکتا۔

وقت کیا ہے؟

وقت ہی عمر کی زندگی اور انسانی وجود کا میدان، اس کی بقا اور سایہ (اثر) اور نفع حاصل کرنے اور نفع پہنچانے کا آنگن ہے۔

بعض اہل لغت نے وقت کی تعریف اپنی کتابوں میں اجمالاً بیان کی ہے، اس لحاظ سے وقت زمانے کا نام نہیں، زمانہ وقت کی نسبت ہے۔ وقت زمانے کی ایک معلوم مقدار کا نام ہے۔ لسان العرب میں ابن سید لکھتے ہیں ''وقت زمانے کی ایک معروف مقدار کا نام ہے۔'' (بحوالہ کتاب: تحفہ وقت)

جب وقت زمانے کی ایک معلوم مقدار کا نام ہے تو اس سے مراد وہ عرصہ لے سکتے ہیں جس دوران ہم اس دنیا میں زندہ رہتے ہیں۔ وقت ہی انسان اور اس کی زندگی کا مادہ ہے۔ وقت زمانے کی وہ مقدار ہے جو انسان کو مہیا کی گئی ہے اور پھر وہ دارِ بقا کی طرف کوچ کر جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اور جب کسی کو موت آجاتی ہے تو اللہ ہرگز اسے مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ (سورۃ المنافقون: آیت ۱۱)

مزید فرمایا:

ترجمہ: اور ہر ایک امت کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ وقت آجاتا ہے تو نہ ایک گھڑی دیر کر سکتے ہیں اور نہ جلدی۔ (سورۃ الاعراف۔ آیت ۳۴)

اہمیت وقت قرآن کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر مختلف اوقات کی قسم کھائی ہے جس سے وقت کی بے پناہ اہمیت اُجاگر ہوتی ہے کیونکہ اللہ عزوجل کبھی بھی کسی کمتر چیز کی قسم نہیں کھاتا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفجر میں فرمایا:

ترجمہ: اس صبح کی قسم (جس سے ظلمت شب چھٹ گئی) اور دس (مبارک) راتوں کی قسم۔ (سورۃ الفجر۔ آیت ۲۔۱)

اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کی قسم بھی کھائی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: رات کی قسم جب وہ چھا جائے۔ (اور ہر چیز کو اپنی تاریکی میں چھپالے) اور دن کی قسم جب وہ چمک اٹھے۔ (سورۃ اللیل۔ ۲۔۱)

سورۃ الضحیٰ میں 'چاشت کے وقت اور رات' کی قسم کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: قسم ہے چاشت کے وقت کی (جب آفتاب بلند ہو کر اپنا نور پھیلاتا ہے) اور قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے۔ (سورۃ الضحیٰ۔ ۲۔۱)

اللہ تعالیٰ نے سورۃ العصر میں ' زمانہ کی قسم' کھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: زمانہ کی قسم (جس کی گردش انسانی حالات پر گواہ ہے) بیشک انسان خسارے میں ہے (کہ وہ عمر عزیز گنوا رہا ہے)۔ (سورۃ العصر۔ ۲۔۱)

مذکورہ بالا آیات مبارکہ میں اللہ رب العزت نے فجر، صبح، چاشت، رات، دن اور زمانہ کی قسم کھائی ہے۔ اللہ پاک کا یہ اصول ہے کہ وہ کسی غیر معمولی شے پر قسم نہیں کھاتا۔ لہٰذا ان آیات میں جو اس نے مختلف اوقات کی قسم کھائی ہے، کوئی معمولی بات نہیں بلکہ ان کے ذریعے در حقیقت ہمیں جھنجھوڑا جا رہا ہے کہ اپنی زندگی کے اوقات کو معمولی اور حقیر نہ سمجھو، اس کے ایک ایک لمحہ کا تم سے حساب ہونا ہے۔

اہمیت وقت احادیث کی روشنی میں

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

'' دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان کی قدر نہیں کرتے۔ صحت اور فراغت۔''

(صحیح بخاری۔ ۶۴۱۲)

حضرت عمرو بن میمون اودی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو، اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو مرض سے پہلے، اپنے مال دار ہونے کو اپنی محتاجی سے پہلے، اپنی فراغت کو اپنی مصروفیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے۔'' (مشکوٰۃ المصابیح۔ ۵۱۷۴)

اس کے باوجود عوام وخواص کی ایک بڑی تعداد وقت کے ضیاع میں مصروف ہے اور یہ قوم وافراد کا نقصان عظیم ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

آدمی کا پاؤں قیامت کے دن اس کے رب کے پاس سے نہیں ہٹے گا یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے پوچھ نہ لیا جائے: اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کہاں صرف کیا، اس کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کہاں کھپایا، اس کے مال کے بارے میں کہ اسے کہاں

سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا اور اس کے علم کے سلسلے میں کہ اس پر کہاں تک عمل کیا۔

(جامع ترمذی۔ ۲۴۱۶)

انسان سے اس کی عمر کے بارے میں عمومی طور پر اور جوانی کے بارے میں خصوصی طور پر سوال کیا جائے گا، اگرچہ جوانی بھی عمر ہی کا ایک حصہ ہے لیکن اس کی نمایاں حیثیت ہے۔ اس لیے کہ یہ عزم و حوصلہ اور کچھ کر گزرنے کی عمر ہوتی ہے اور یہ دو کمزوریوں بچپن اور بڑھاپے کے درمیان طاقت و قوت کا مرحلہ ہے۔ جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا:

اللہ ہی تو ہے جس نے کمزوری کی حالت سے تمہاری پیدائش کی ابتدا کی، پھر اس کمزوری کے بعد تمہیں قوت بخشی، پھر اس قوت کے بعد تمہیں ضعیف اور بوڑھا کر دیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا اور ہر چیز پر قادر ہے۔ (سورۃ الروم۔ آیت ۵۴)

اہمیت وقت اور سنہری اقوال

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

''میں کسی چیز پر اتنا نادم نہیں ہوتا جتنا نادم اس دن پر ہوتا ہوں جس کا سورج غروب ہوا، میری زندگی کم ہو گئی لیکن میرے (نیک) عمل میں اضافہ نہ ہوا۔''

مزید فرمایا:

یقینا میں اس شخص کو پسند نہیں کرتا جس کو میں فارغ دیکھوں کہ نہ کسی دنیوی عمل میں مصروف ہو اور نہ کسی اخروی عمل میں۔

ابو القاسم النصر اباذی فرماتے ہیں ''اپنے اوقات کا خیال رکھنا، بیدار مغز ہونے کی علامات میں سے ہے۔''

امام شافعی فرماتے ہیں ''وقت تلوار کی مانند ہے آپ اس کو کسی کام میں کاٹیے ورنہ وہ آپ کو کاٹ ڈالے گا۔''

امام ابن قیم فرماتے ہیں ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو وقت کے ذریعے اس کی مدد کرتا ہے اور اس کے وقت کو اس کے لیے معاون بنا دیتا ہے اور جب اللہ کسی سے شر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے وقت کو اس کے مخالف کر دیتا ہے اور اس پر وقت کو تنگ کر دیتا ہے۔ جب بھی وہ چلنے کا ارادہ کرتا ہے وقت اس کا ساتھ نہیں دیتا۔ جبکہ پہلا آدمی جب بھی بیٹھنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا دل اسی وقت اسے کھڑا کر دیتا ہے اور اس کا سہارا بنتا ہے۔''

(مدراج السالکین) (بحوالہ کتاب: زندگی اور وقت)

لہٰذا جس شخص کو اللہ پاک نیک کاموں میں مصروف کر دے اور اپنی عمر کے قیمتی اوقات اس کی اطاعت میں گزار دے یقینا بندے کے لیے اس سے بڑی کوئی خیر و بھلائی نہیں لیکن بے کار کاموں میں زندگی کا گزر جانا یہ اللہ پاک کی ناراضی اور گناہوں کی شامت ہے۔

خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے سے اعراض کرنے کی علامات میں سے ہے کہ بندے کو رسوا کرنے کے لیے اسے بے کار کاموں میں مصروف کر دے۔''

(جامع العلوم والحکم)

حضرت یحییٰ بن معاذ الرازی فرماتے ہیں ''وقت کو ضائع کرنا موت سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ وقت کا ضیاع حق سے دور کر دیتا ہے اور موت صرف مخلوق سے دور کرتی ہے۔''

شریعت اسلامیہ میں وقت کی اہمیت کو خوب اجاگر کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر عمل وامر کے لیے ایک خاص وقت مقرر ہے جو حقیقت میں انسان کو نظم وضبط کا پابند بنانے میں ایک کارگر نسخہ ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ کامیابی و کامرانی ہمیشہ ان کو ملتی ہے جو وقت شناس اور قدر دان ہوتے ہیں۔ جو لوگ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے خیالی پلاؤ پکانے میں مگن رہتے ہیں نہ تو ان کے خیالوں کی تعبیر ہوتی ہے اور نہ وقت ان کے ہاتھ میں رہتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ:

وقت از دست رفتہ وتیر از کمان جستہ باز نیاید

یعنی ہاتھ سے گیا ہوا وقت اور کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں آتے۔

وقت کو برباد کر دینے والی آفات سے آگاہی

بہت سی آفات ایسی ہیں جو انسان کے وقت کو برباد کر دیتی ہے اور اس کی عمر کو کھا جاتی ہے، بالخصوص اس وقت جب وہ ان کی سنگینی سے واقف نہیں ہوتا۔ وہ آفات درج ذیل ہیں:

غفلت:

یہ ایک ایسا مرض ہے جو انسان کے دل ودماغ کو اس طرح لگ جاتا ہے کہ وہ دنیا میں رونما ہونے والے حوادث وواقعات اور شب وروز کی آمد ورفت کے سلسلے میں بیدار حسی کھو بیٹھتا ہے اور مختلف اشیا کے حقائق اور معاملات کے انجام سے بے پرواہ ہو جاتا ہے اس لیے اس کی توجہ کا مرکز صورت ہوتی ہے نہ کہ روح اور اس کی نظر حقائق کو چھوڑ کر ظواہر پر، مغز کو چھوڑ کر چھلکوں پر اور انجام وعواقب کو چھوڑ کر آغاز پر ہوتی ب ہے۔ غفلت کے مرض کی اس سنگینی کے سبب قرآن کریم نے جگہ جگہ پوری شدت کے ساتھ اس سے آگاہ کیا ہے، یہاں تک کہ غافلین کو جہنم کا ایندھن قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم کے لیے ہی پیدا کیا ہے، ان کے پاس دل ہے مگر وہ اس سے سوچتے نہیں، ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں، ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں، وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے، یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھو گئے ہیں۔ (سورۃ الاعراف۔۱۷۹)

سورۃ الکہف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کیجئے جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی اختیار کر لی ہے اور جس کا طریقہ کار افراط تفریط پر مبنی ہے۔

(سورۃ الکہف۔ آیت ۲۸)

غفلت ایک بہت بڑی مصیبت ہے۔ اسی کے نتیجے میں آج امت مسلمہ کا یہ حال ہو گیا ہے کہ اس پر ایسے بڑے بڑے حادثات گزر رہے ہیں جو پہاڑوں کو متزلزل کر دیں مگر ہماری امت کی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ نہ تو ان سے کوئی سبق لیتی ہے اور نہ اپنے اندر کوئی تبدیلی پیدا کرتی ہے بلکہ اس کی غفلت اس انتہا کو پہنچی ہوئے ہے کہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

ٹال مٹول کی عادت:

ٹال مٹول کی عادت انسان کے وقت کو برباد کرنے والی انتہائی خطرناک عادت ہے اور یہ عادت کبھی انسان کو وقت سے فائدہ نہیں اٹھانے دیتی بلکہ وہ اس حد تک اپنے کاموں کو ٹالنے کا عادی ہو جاتا ہے کہ لفظ ''کل'' اس کا شعار بن جاتا ہے اور نتیجتاً انسان نکما اور ناکارہ بن جاتا ہے۔

خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں:

''ٹال مٹول سے بچو اس لیے کہ تمہارا تعلق آج سے ہے نہ کہ آنے والے 'کل' سے اور اگر وہ 'کل' تمہیں مل بھی جائے تو اس کے ساتھ وہی معاملہ کرو جو تم نے ''آج'' کے ساتھ کیا تھا اور اگر 'کل' تمہارا نہ ہوا تو تمہیں آج کی کوتاہیوں پر پچھتانا پڑے گا۔''

خیر کے کاموں میں ٹال مٹول کے سبب نفس انسانی ان اعمال کو ترک کرنے کا عادی ہو جاتا ہے اور یہی عادت جب انسان کے اندر اپنی جڑیں جما لیتی ہے تو پھر اس کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے جس سے چھٹکارا پانا بہت دشوار ہوتا ہے اور معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ آدمی عقلی طور پر اس بات کا قائل تو ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور اعمال صالح میں جلدی کرنا ضروری ہے مگر وہ اپنے عزم اور ارادے میں اتنی پختگی نہیں پاتا جو ان اعمال کے کرنے میں ان کے مدد و معاون ثابت ہوں بلکہ اس کے برعکس وہ اپنے اندر ایک طرح کا بوجھ اور عمل سے اعراض کی کیفیت محسوس کرتا ہے اور اگر کسی روز خیر کے کام کے لیے ایک آدھ

قدم چل لیتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ اس کی پیٹھ پر پہاڑ لدا ہوا ہے۔ انسان اسی طرح کی ٹال مٹول گناہوں اور نافرمانیوں سے توبہ کے سلسلے میں بھی کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نفس معاصی کے ارتکاب اور شہوت رانی کا عادی ہو جاتا ہے یہاں تک کہ گناہوں کو چھوڑنا اس کے لیے دشوار ہو جاتا ہے اور روز بروز گناہوں میں اس کی دلچسپی میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔

زمانے کو برا کہنا:

شریعت اسلامیہ نے جہاں اور بہت سے قبیح افعال سے روکا ہے وہاں اس بات سے بھی منع کیا ہے کہ زمانے کو برا کہا جائے کیونکہ زمانے کو برا کہنا در حقیقت زمانے کے خالق کو برا کہنا ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم مجھے تکلیف پہنچاتا ہے وہ زمانہ کو گالی دیتا ہے حالانکہ میں ہی زمانہ ہوں، میرے ہی ہاتھ میں سب کچھ ہے۔ میں رات اور دن ادلتا بدلتا رہتا ہوں۔'' (صحیح بخاری۔۴۸۲۶)

وقت کا شکوہ کرنا، اسے گالی دینا، ملامت کرنا اور برا بھلا کہنا ضیاع وقت کے بڑے اسباب میں سے ہے۔ یہ ایک ایسی غفلت ہے جس کے لیے بہت سے لوگوں کے ضمیر بیدار نہیں ہوتے۔ ان کی حرکات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وقت ان کا بہت بڑا دشمن اور ان کی امیدوں کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ لیکن قسمت کا مارا یہ شخص اس بات سے لاعلم ہے کہ زمانے کا بلحاظ وقت اس سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وقت اسباب کے اختیار اور ترک کرنے کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ وقت کو گالی دینا راہ حق سے دوری اور محرومی ہے۔

بری صحبت:

زندگی کو کامیاب بنانے کا اہم ذریعہ اچھی صحبت ہے۔ اگر آپ اچھے لوگوں کی صحبت میں بیٹھے ہیں تو دیکھنے والے آپ کو بھی اچھا سمجھیں گے چاہے آپ اس قدر اچھے نہ ہوں۔

انسان اپنے ہمنوا کی صحبت سے بہت ہی متاثر ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں یا تو انسان برے اعمال میں لگ جاتا ہے یا پھر وقت کو ضائع کر دیتا ہے۔ صحبت انسان کے دین پر اثر انداز ہوتی ہے جیسا کہ حدیث نبوی ہے:

انسان اپنے محبوب ساتھی کے دین پر ہوتا ہے تو اسے چاہیے کہ غور کرے کہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔ (جامع ترمذی۔۲۳۷۸)

خود کو اللہ کی پکڑ سے بالاتر سمجھنا:

حقیقت میں اللہ پاک نے فراغت و وقت، صحت اور جوانی کی صورت میں انسان پر بہت بڑا انعام کیا ہے۔ انسان ان نعمتوں میں مگن اور مست ہو کر یہ بھول جاتا ہے کہ ان نعمتوں کو زوال بھی آ سکتا ہے۔ خود کو اللہ پاک کی پکڑ سے آزاد تصور کرتے ہوئے نعمتوں کی قدر نہیں کرتا اور انہیں ضائع کر دیتا ہے۔

موت کو بھولنا:

زندگی کو بیکار بنانے میں اور وقت کے ضیاع میں ''موت کو بھولنا'' اس کا بڑا دخل ہے۔ جس شخص کو یاد ہے کہ مجھے موت آنی ہے وہ اپنے وقت کی فکر کرے گا اور اور زندگی کو کار آمد بنانے کی کوشش کرے گا کیونکہ موت کی یاد انسان کو خیر پر ابھارتی ہے اور فضولیات سے بچنے پر آمادہ کرتی ہے۔

زہر قاتل اعمال:

آج ہمارے معاشرے میں جہاں بہت سی نئی ایجادات ہیں اور ٹیکنالوجی کا دور ہے، ان کے فوائد کے ساتھ ساتھ نقصانات بھی ہیں جن کو معاشرے میں اپنایا گیا ہے جیسا کہ انٹرنیٹ کا بلاضرورت استعمال، سوشل میڈیا کا نشہ، فحاشی و عریانی کے پروگرام دیکھنا، فلم بینی، ویڈیو گیمز اور موبائل گیمز کا نشہ، موبائل کا غلط استعمال وغیرہ۔

وقت کا صحیح استعمال اور وقت کے ضیاع سے بچنے کے لیے ہمیں کیا طرز زندگی اپنانا چاہئے؟

تو اس کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، اصحاب رسول اور آپ کی امت کے فقرائے کاملین کی حیات مبارکہ بہترین نمونہ ہے۔ تاجدار کائنات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعثت کے بعد اپنی ۲۳ سالہ حیات مبارکہ میں پورے عرب کو ایک اللہ کے سامنے جھکنے والا بنا دیا اور چار دانگ عالم میں اسلام کا پیغام پہنچا دیا۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے احوال پڑھیں تو جہاں انہوں نے مختصر سے وقت میں فتنہ ادعائے نبوت، فتنۂ ارتداد، فتنہ منکرین زکوٰۃ اور فتنۂ خوارج کا قلع قمع کیا وہاں انہوں نے ہی تدوین قرآن، علم و ہنر، معیشت کی مضبوطی اور تقویٰ وطہارت پر گامزن معاشرہ کی تربیت کرنے کے ساتھ ساتھ عسکری حوالے سے اسلامی سرحدوں کو یورپ، افریقہ اور ایشیا کے براعظموں میں دور دور تک پھیلا دیا۔

پھر آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے تربیت یافتہ تابعین، تبع تابعین، محدثین، مفسرین فقہا، مجتہدین اور متقین کے حالات کا مشاہدہ کریں۔ ان میں سے بعض عبادت و ریاضت کے اس قدر دلدادہ تھے کہ ساری ساری رات روتے ہوئے نوافل میں اور تلاوت قرآن میں بسر کر دیتے۔ ان میں سے بعض علم و ہنر میں اس قدر آگے بڑھے کہ ان میں سے ہر ایک نے تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، قانون، ادب اور مختلف علوم وفنون پر بیسیوں کتابیں تصنیف کر ڈالیں۔

انسان کی تخلیق کا مقصد ہی ''خالق کائنات کی بندگی و معرفت'' قرار دیا گیا ہے۔ یہ ہر انسان کی تخلیق کا مقصد ہے اور جو مسلمان ہو تو اس پر عام انسانوں کی نسبت ذمہ داری بڑھ جاتی

ہے کیونکہ کسی بھی مسلمان کا مقصد خالق کائنات کی بندگی کے ساتھ اپنے رؤف رحیم نبی ﷺ کی اتباع میں ''تمام ادیان پر غلبۂ اسلام'' بھی ہو جاتا ہے۔

اگر ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فقر کے وارث، سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ سروری قادری کے موجودہ امام سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کریں تو ''وقت کا صحیح استعمال'' ان کی شخصیت کا ایک نہایت نمایاں پہلو نظر آتا ہے۔ آپ مدظلہ الاقدس کے نزدیک وقت اللہ کی دی ہوئی ایک عظیم امانت ہے جسے صرف رضائے الٰہی، دیدار الٰہی اور انسانیت کی فلاح کے لیے صرف ہونا چاہیے۔

سلطان العاشقین مدظلہ الاقدس کے معمولات زندگی سے وقت کی قدردانی کے درج ذیل اہم پہلو سامنے آتے ہیں:

آپ مدظلہ الاقدس کے تمام معاملات ایک خاص ترتیب اور وقت کے مرہون منت ہیں۔ چاہے وہ خانقاہی امور ہوں، مریدین کی تربیت ہو یا تصنیف وتالیف کا کام، آپ ہر کام کو اس کے مقررہ وقت پر انجام دیتے ہیں۔ آپ کا یہ نظم وضبط دیکھ کر مریدین کو بھی وقت کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔

آپ مدظلہ الاقدس انسان کامل ہیں، اس بنا پر آپ مدظلہ الاقدس کی بے پناہ مصروفیات ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود آپ نے قلیل وقت میں ۲۴ کتب تحریر فرمائی ہیں۔

آپ مدظلہ الاقدس اکثر راتوں کو جاگ کر دین اسلام اور فقر کی حقیقی تعلیمات کو قلمبند کرتے ہیں۔

آپ مدظلہ الاقدس کا وقت ضائع کرنے والے مشاغل سے دور رہنا ہی وہ وجہ ہے کہ آپ نے اتنی ضخیم اور تحقیقی کتب امت مسلمہ کو دیں۔

آپ مدظلہ الاقدس نے اپنے وقت کا ایک بڑا حصہ تحریک دعوت فقر کو منظم کرنے میں صرف کیا۔ آپ نے روایتی پیری مریدی کے بجائے ایک ایسا جدید نظام وضع کیا جہاں:

مختصر وقت میں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک دعوت فقر پہنچائی جا سکے۔

سوشل میڈیا، ویب سائٹس اور ڈیجیٹل لائبریری کا بھرپور استعمال کر کے وقت کی بچت اور کام کی وسعت کو یقینی بنایا۔

آپ مدظلہ الاقدس کی تعلیمات کے مطابق وقت کا بہترین استعمال وہ ہے جو ''یادِ الٰہی'' میں گزرے۔

آپ مدظلہ الاقدس فرماتے ہیں ''وہ لمحہ ضائع ہے جو اللہ کی یاد کے بغیر گزر جائے۔''

آپ مدظلہ الاقدس نے اپنے مریدین کو بھی '' اسم اللہ ذات'' کے تصور کے ذریعے ہر لمحہ باطنی طور پر اللہ کے ساتھ جڑے رہنے کی تلقین کی ہے تاکہ دنیاوی کام کرتے ہوئے بھی وقت کا بہترین استعمال (ذکر الٰہی) جاری رہے۔

سلطان العاشقین مدظلہ الاقدس کی مجلس میں فضول گفتگو یا غیبت کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ آپ مدظلہ الاقدس کا وقت یا تو مسائل فقر پر گفتگو میں گزرتا ہے یا لوگوں کی روحانی رہنمائی میں۔ آپ خاموشی کو ترجیح دیتے ہیں اور صرف ضرورت کے تحت کلام فرماتے ہیں جو کہ وقت بچانے کا ایک بہترین طریقہ ہے۔

حاصل کلام:

آپ مد ظلہ الاقدس کی زندگی اس بات کی عملی تفسیر ہے کہ اگر انسان اپنے مقصد حیات (معرفت الٰہی) سے مخلص ہو تو وہ وقت کی قلیل مدت میں صدیوں کا کام کر سکتا ہے۔ کیونکہ وقت وہ واحد دولت ہے جسے دوبارہ کمایا نہیں جا سکتا، اس لیے اسے صرف خالق کائنات کی تلاش میں خرچ کرنا چاہیے۔

استفادہ کتب

۱۔ زندگی اور وقت: مصنف ابو محمد عزیز یونس السلفی المدنی

۲۔ تحفۂ وقت: مصنف فضیلۃ الشیخ شفیق الرحمٰن الدراوی

ہمارے کچھ اہم معاملات

احادیث نبوی کی روشنی میں

دلوں کے تغیر سے بچاؤ کی صورت

امہ سلمہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں اکثر **یا مقلب القلوب ثبت قلبی علیٰ دینک** (اے دلوں کو بدلنے والے میرے دل کو دین پر قائم رکھ) مانگتے تھے میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ اکثر یہ دعا کیوں مانگتے ہیں، آپ نے فرمایا، اے امہ سلمہ، کوئی فرد ایسا نہیں ہے جس کا دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان نہ ہو، وہ جس کو چاہتا ہے (ہدایت پر) قائم رکھتا ہے اور جس کو چاہتا ہے (سیدھی راہ) سے ہٹا دیتا ہے۔ (ترمذی ۳۵۲۲)

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے عمل کے ذریعہ سکھایا ہے کہ بندہ نیکی، تقویٰ اور بزرگی کے کتنے ہی بلند مقام پر فائز ہو جائے اور وہ تزکیہ اور متوجہ الی اللہ ہونے کے کتنے ہی مراحل سے گزرا ہو، اس کے باوجود ایمان ویقین کے اعتبار سے متزلزل ہو سکتا ہے، ایمان کی یکساں حالت نہیں ہوتی، کبھی ایمان کمزور ہوتا ہے تو کبھی مستحکم، نفس کی دنیا میں تغیر برپا ہوتا رہتا ہے، فرد حالات وزمانے سے بھی متاثر ہوتا ہے، اس لئے ہدایت کی راہ پر گامزن ہونے کے لئے اللہ سے روزانہ مانگتے رہنا چاہیے، بندے کا دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے، اگر بندہ اس غلط فہمی کا شکار ہوا کہ وہ تو اب مقرب الی اللہ ہو چکا ہے، اس لئے اب دل کی سلامتیٔ ایمان کی دعا کی ضرورت ہی کیا ہے، جوں ہی دل میں یہ خیال آیا، بس اسی وقت بندہ گرنا شروع ہو جائے گا، مذکورہ دعا ایسی ہے جو مسلسل مانگتے رہنا چاہئے۔

اس لئے یامقلب القلوب ثبت قلبی والی دعامانگتے رہناضروری ہے، اس سے ہر گز غافل نہیں ہوناچاہتے۔ اللہ بے نیاز ہستی ہے، وہ بندے کواپنے سے بے نیاز ہوتاہوادیکھنانہیں چاہتا، وہ چاہتا ہے کہ بندہ ہر حالت میں اس سے مانگتارہے، اور وہ اپنے دل میں اپنے متقی اور اپنے بزرگ ہونے کاخیال بھی نہ لائے۔

دوسروں کو حقیر سمجھنے کی سزا

فرمایا: ایک شخص نے کہا، اللہ کی قسم، اللہ فلاں شخص کو معاف نہ کرے گا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایاکہ یہ کون ہے جو قسم کھاتاہے کہ میں فلاں کو معاف نہ کروں گا، میں نے اس کو معاف کیااور پہلے شخص کے اعمال کوضایع کردیا۔(صحیح مسلم: ۲۶۲۱البر)

یہ حدیث شریف ہمیں متبہ کرتی ہے کہ ہم دوسروں کے گناہوں کو ٹٹولنے اور ان کو حقیر سمجھنے کی روش چھوڑدیں، ہم دوسروں سے حسن ظن رکھیں اور اپنے نفس سے بد ظنی۔ بڑے مقام پر فائز ہو کر دوسروں کے گناہوں کو دیکھنا اور ان کاذکر کرنا، اللہ کو بندے کی یہ سب سے ناپسند اداہے، اللہ تو ہر بندے کو عبدیت کی شاہکار حالت میں دیکھناچاہتاہے، جس پر اللہ کی عظمت غالب ہے، وہ اپنے نفس کے محاسبے کے عمل سے باہر آنے ہی نہیں پاتا، کجاکہ وہ دوسروں کی بُرائیوں کے تذکرے کرتاپھرے۔

اس طرح کی حرکتوں سے بندے کے نیک اعمال ضایع ہونے کے خطرے سے دوچار ہوتے ہیں، اس لئے بندہ اس طرح کے معاملات میں انتہائی محتاط ہوتاہے۔

بُرائی کو روکنے کے بیان میں

فرمایا: اگرایک شخص کسی قوم میں بُرا کام کرتاہو، اور دوسرے لوگ اسے روکنے کی قدرت رکھتے ہوں، لیکن وہ نہ روکیں تواس طرح کے لوگوں پر مرنے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ عذاب نازل فرمائیں گے۔(أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ۳۶۴/۴، الرقم/ ۱۹۲۵۰)

یہ امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کے حوالے سے حدیث ہے، قدرت رکھنے کے باوجوداگر بُرائیوں کونہ روکاجائے تواس پر سزاکی وعید ہے، بُرائیوں کوروکنے کی کوشش کرنا فرد کی ذمہ داری ہے، اگر کوشش کے باوجود نہیں رکتی تو فرد اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوجاتاہے، لیکن بُرائیوں کوروکنے کے سلسلے میں بہتر حکمت عملی کاہوناضروری ہے، یہ نہ ہو کہ بُرائیوں کوروکنے سے مزیدانتشار کی صورت پیداہو۔

گناہوں سے معافی کی مؤثر دعا

فرمایا: جو شخص یہ کلمات کہے **استغفر اللّٰه الذی لا اله الا هو الحیی القیوم واتوب الیه**۔ (میں اللہ سے گناہوں کی معافی چاہتاہوں، اس کے سواکوئی الٰہ نہیں، وہ حی اور قیوم ہے، میں اس کے حضور توبہ کرتاہوں) تواس کے سارے گناہ معاف کردیتے ہیں، چاہے وہ میدان جنگ سے فراراختیار کرنے والاہی کیوں نہ ہو۔ (تاریخ المدینة لابن شبة(۳/ ۱۱۳۶)

بندہ تو سراسر گناہوں سے ہی عبارت ہے، اور نہیں تو غفلت کاگناہ تواس سے سرزدہوتا ہی رہتاہے، سارے گناہوں سے معافی کے لئے مختلف دعائیں سکھائی گئی ہیں، لیکن ان میں مؤثر دعایہی ہے، جو مذکورہ حدیث شریف میں بیان فرمائی گئی ہے، یہ دعاایسی ہے جسے معمول بناناچاہئے۔

مظلوم اور بے بس فرد کی مدد کرنے کے نتیجے میں حاصل ہونے والے انعامات

فرمایا: جو شخص کسی مظلوم کی مدد کرے گاتو اللہ تعالیٰ اس کے لئے تہتر بخششیں لکھ دیتاہے، جس میں ایک بخشش یہ ہے جواس کے سارے کاموں کی اصلاح کے لئے کافی ہے اور باہتر بخششیں قیامت کے دن اس کے درجوں کی بلندی کی صورت میں ہوں گی۔ (بیہقی۔ مشکٰوۃ)

معاشرے میں حبِ دنیا، نفسانفسی اور مہنگائی کی وجہ سے مظلوم اور بے بس افراد کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے، ہر فرد مظلومیت کی تصویر بن گیا ہے، گھر میں کھانے کے لئے کچھ نہیں، علاج کے لئے پیسے نہیں، بجلی وغیرہ کے بلوں کی ادائیگی کے لئے رقم نہیں، اس طرح کے بے بس انسانوں کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہو کر کروڑوں تک پہنچ گئی ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ مقتدر طبقات نے ایسا نظام تشکیل دیا ہے، جس میں غریب غریب تر ہو رہا ہے اور امیر امیر تر۔ ان حالات میں بے بس افراد کی مدد کرنا، اسلامی اعتبار سے بہت بڑی خدمت ہے، اس حدیث شریف میں ایسے افراد کو دنیا میں بھی ان کے کاموں میں بہتری کی نوید سنائی گئی ہے تو آخرت میں ان کے درجات کی بلندی کی خوش خبری دی گئی ہے۔

بوڑھے شخص کی خدمت و تکریم کی فضیلت

فرمایا: جس جوان نے کسی بوڑھے شخص کی اس کی عمر رسیدگی کی وجہ سے تعظیم کی تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے وقت ایسا فرد مقرر فرمائے گا جو اس کی تعظیم اور عزت کرے گا۔

(ترمذی، ۳/۴۱۱، حدیث: ۲۰۲۹)

بوڑھاپے کی عمر ایسی ہوتی ہے، جس میں فرد اعصابی اور دماغی کمزوری کا شکار ہو کر معذور سا ہونے لگتا ہے، وہ اپنے ضروری کام بھی سرانجام دینے سے قاصر ہوتا ہے، وہ چھوٹے چھوٹے معاملات میں دوسروں کا محتاج ہوتا ہے، اس وقت اسے دوسروں کی مدد کی ضرورت لاحق ہوتی ہے، عمر رسیدہ فرد کی تعظیم کرنا اور اس کے کام آنا یا اس کی خدمت کرنا، یہ اللہ کی نظر میں پسندیدہ عمل ہے، اس کے صلہ میں ایسے فرد یعنی بوڑھے شخص کی خدمت کرنے والے شخص کی جب وہ خود بوڑھا ہو جائے گا، اللہ اس کی مدد کے لئے ایک فرد مقرر کرے گا، جو اسے سہارا دے گا۔

عورت اور مرد کے درمیان فاصلے کی تاکید

فرمایا: ایسی عورتوں کے پاس ہر گز نہ جاؤ، جن کے محرم ان کے ساتھ نہ ہوں، اس لئے کہ شیطان فرد کے خون میں گردش کرتا رہتا ہے۔ (ترمذی ۱۱۷۲)

عورت اور مرد کی تخلیق کچھ اس طرح ہوئی ہے کہ ان میں ایک دوسرے کے لئے غیر معمولی طور پر کشش رکھی گئی ہے، اس لئے اسلام نے دونوں کے درمیان فاصلہ رکھا ہے، عورت کے ساتھ بیٹھنے میں تو فتنہ ہے ہی، لیکن عورت کی آواز بھی مرد کے لئے باعث کشش ہے، اس لئے مرد کو عورت سے دور رہنے کی ہر ممکن حد تک کوشش کرنی ہے، یہی احتیاط عورت کو بھی مرد کے حوالے سے کرنی ہے، اس لئے کہ شیطان فرد کے خون میں گردش کرتا ہے، وہ دونوں کو ایک دوسرے سے قریب کر کے انہیں گناہ کبیرہ میں مبتلا کرنا چاہتا ہے، مغربی معاشرے نے اس سلسلے میں مذہب کی تعلیمات کو رد کر دیا تو اس کے نتیجے میں نہ صرف ان کے ہاں عفت و شرم حیا کا تصور ختم ہو گیا، بلکہ خاندانی نظام بھی تباہ ہو گیا، ہمارے ہاں بھی بدنصیبی سے مغرب کی تقلید میں عورت کی تعلیم، عورت کی آزادی اور مساوات مرد و عورت کے نام پر مخلوط تعلیم، مخلوط تقریبات اور سوشل میڈیا میں عورت کا بے حجابی کے ساتھ آنا، یہ ساری چیزیں ایسی ہیں، جو ہمارے معاشرے کو اسلام کی تعلیم حجاب سے دور سے دور تر لے جا رہی ہے جو اللہ کے عتاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

زیادہ آرام سے کام نہ لینے کے بارے میں

فرمایا: دیکھو، زیادہ آرام نہ کیا کرو اور نہ ہی زیادہ لذت کی چیزیں استعمال کیا کرو، اللہ کے نیک بندے نہ تو (زیادہ) آرام کرتے ہیں اور نہ ہی (زیادہ) لذت کی چیزیں استعمال کرتے ہیں۔ (مسند احمد۔ بیہقی)

اسلام جس مزاج کا حامل فرد تیار کرتا ہے، وہ آخرت کی تیاری اور اس کی فکر مندی سے سرشار انسان ہوتا ہے، وہ نہ تو دنیاوی زندگی میں زیادہ منہمک ہوتا ہے اور نہ ہی آرام میں، اور نہ ہی سہولت اور اشیائے لذت کے پیچھے پڑتا ہے، اسے جو میسر آتا ہے، وہ کھالیتا ہے، اس کے لئے وہ غیر معمولی اور خصوصی اہتمام نہیں کرتا، وہ سوتا اس لئے ہے، تاکہ اس کا جسم تھکاوٹ کا شکار نہ ہو اور وہ آسانی سے دینی فرائض بجالا سکے، وہ دنیادار انسانوں کی طرح آرام دہ اور راحت والی زندگی کو مقصود ہر گز نہیں بناتا، زیادہ آرام سے بچنا اور زیادہ لذیذ چیزوں کے استعمال کی فکر میں نہ رہنا، اس حدیث شریف میں اس کی تلقین موجود ہے۔

مسلمان کا ایک دوسرے کی لیے آئینہ ہونا

فرمایا: مسلمان، مسلمان کا آئینہ ہے، جب وہ اس میں عیب دیکھتا ہے تو اسے اصلاح کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ (الادب المفرد ۲۳۸)

آئینہ ایسی چیز ہے، جس کو دیکھنے سے ایک تو وہ چہرے مہرے کے داغ اور نشانات کی اس طرح نشاندہی کرتا ہے، جس سے فرد کو اپنی حالت کو بہتر بنانے میں مدد ملتی ہے، دوسرے یہ کہ آئینہ ان کمزوریوں کی تشہیر نہیں کرتا، یعنی فرد کے چہرے وغیرہ کے نقص اور عیب کو دوسروں کے سامنے بیان نہیں کرتا، بلکہ خاموشی سے فرد کو اس کے عیب بتانے کا ذریعہ بنتا ہے۔

مسلمان اپنے بھائی کے لئے آئینہ کی حیثیت رکھتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کو اس کی حالت زار پر رہنے نہیں دیتا، بلکہ اس کی شخصیت میں موجود کمزوریوں کو اس کے سامنے اس حکمت سے لاتا ہے کہ اس کی لوگوں میں سبکی بھی نہ ہو اور اس کی دل آزاری بھی نہ ہو، اس طرح اسے اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔

یہ حدیث اس اعتبار سے بڑی اہم ہے کہ ایک مسلمان کو دوسرے بھائی کے لئے آئینہ کا کردار ادا کرنا چاہیئے۔

موسیقی کے آلات کو مٹانا

فرمایا: اللہ تعالی نے مجھے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ گانے بجانے کی چیزوں کو مٹادوں۔ (مسند الامام احمد، رقم: ۲۲۳۰۷)

آپ ﷺ پوری انسانیت کے لئے رحمت کا باعث ہیں کہ آپ کی ساری تعلیمات انسانیت کو سلیقہ سکھانے کے لئے ہیں، انسانوں نے پچھلے چودہ سو سال سے بہت ساری چیزیں اسلام سے لی ہے، جس کی وجہ سے ان کے ہاں انسانیت کے کچھ نہ کچھ اجزا آنے لگے ہیں، اگر انسانیت، حضور ﷺ کی ساری تعلیمات کو اختیار کرتی تو آج انسان اور انسانی معاشرہ ہر اعتبار سے بہتر اور پاکیزہ معاشرہ ہوتا۔

موسیقی کے آلات سے چونکہ انسان بے قابو ہو کر شرم وحیاء کی حدود سے تجاوز کرنے لگتا ہے، اور جنسی جذبات بے قابو ہونے لگتے ہیں اور جذبات واحساسات میں پاکیزگی ختم ہونے لگتی ہے، اور مرد وعورت کے لئے ایک دوسرے سے میلاپ کے جذبات غالب ہونے لگتے ہیں، جس سے خاندانی نظام تباہ ہوتا ہے، اس لئے موسیقی کے آلات کو مٹانا، آپ کے اہداف میں شامل ہے، آج مسلمانوں نے بھی اسلام کی اس تعلیم کی خلاف ورزی شروع کی ہے تو اس کی وجہ سے وہ بھی شرم وحیاء کی حدود سے متجاوز ہونے لگے ہیں۔

تعریف میں حد سے تجاوز کرنے کے نقصانات

حضور ﷺ نے ایک شخص کو دوسرے شخص کی حد سے زیادہ تعریف کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا تم نے تو اسے تباہ کردیا، ایک دوسرے موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ تم نے اپنے ساتھی کو ذبح کردیا۔ (صحیح بخاری/ کتاب الشھادات/ حدیث: ۲۶۶۳)

لگ بھگ ہر فرد میں خود ثنائی کا جذبہ کسی نہ کسی حد تک موجود ہوتا ہے، اگرچہ متقی افراد کا یہ جذبہ حد اعتدال میں ہوتا ہے، تاہم اگر ایسے افراد کی بھی بہت زیادہ تعریف کی گئی اور اس نے اپنے گرد خوشامدی اور تعریف کرنے والے افراد کا حلقہ بنالیا تو ایسا فرد بھی حالت

خطرے میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور وہ اپنے آپ کو افضل اور بڑا سمجھنے لگتا ہے، اس لئے اس حدیث شریف میں انتباہ دیا گیا اور تعریف کرنے والے دوست کو ذبح کرنے کے مترادف قرار دیا گیا۔

اگر حوصلہ افزائی کی خاطر تعریف کی جائے یا کسی کی دینی خدمات کی وجہ سے دل سے ازخود اس کے لئے تعریفی کلمات ادا ہونے لگیں تو اس کی گنجائش موجود ہے، اس طرح کی تعریف کو ایک دوسری حدیث میں اس شخص کے لئے خوش خبری قرار دیا گیا ہے، لیکن تعریف کی خواہش رکھنا، دوست واحباب کی طرف سے کردہ یا ناکردہ کاموں کی تعریف کی امید رکھنا، ایسا فرد حالت خطرہ میں ہے۔

جسمانی صفائی کی اہمیت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ ملاقات کے لئے ہمارے ہاں تشریف فرما تھے، آپ نے ایک شخص کو دیکھا، جس کے جسم پر مٹی لگی ہوئی تھی، اور اس کے بال بھی بکھرے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا، کیا اس کے پاس کنگھی نہیں ہے جس سے بال کو سنوارے، آپ نے ایک دوسرے شخص کو دیکھا، جس کے کپڑے میلے تھے، آپ نے فرمایا، کیا اس کے پاس صابن وغیرہ نہیں ہے، جس سے اپنے کپڑے دھولے۔ (مشکوۃ)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام جہاں فرد کی دینی حالت کو بہتر بنانا چاہتا ہے، وہاں اسے جسمانی طور پر بھی بہتر حالت میں دیکھنا چاہتا ہے، لباس بہتر ہو، یعنی صاف ستھرا ہو، چہرہ پر رونق ہو، ڈارھی کے بال ٹھیک ہوں، تاکہ انسان اللہ کی ایسی مخلوق نظر آئے جو ظاہری طور پر بھی حسین ہو، یعنی باطن کی صفائی کے ساتھ ساتھ جسمانی صفائی بھی ضروری ہے، دینداروں کو اس کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے، بال بکھرے ہونا اور کپڑے میلے ہونا، یہ اسلام کے مزاج کے منافی ہے۔

کفر کی ساری طاقتوں کا
یکجا ہو کر مسلمانوں کو لقمہ تر بنانا

فرمایا: ایسا وقت جلد آنے والا ہے، جب کفر کی ساری طاقتیں تمہارے خلاف مجتمع ہو کر ایک دوسرے کو اس طرح بلائیں گی، جس طرح کھانا کھانے کے لئے بلایا جاتا ہے، ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول ﷺ کیا اس وقت ہم (یعنی مسلمان) تعداد میں کم ہوں گے، آپ نے فرمایا، نہیں، تمہاری تعداد بہت زیادہ ہو گی، لیکن مسلمانوں کے اعمال ناکارہ ہو جائیں گے، بلکہ ایسے جیسے ہوا کی لہر پر پتے اڑنے لگتے ہیں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دشمنوں کے دلوں سے ان کی ہیبت نکال دے گا اور مسلمانوں کے دلوں کو کمزور کر دے گا، عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ، مسلمانوں میں یہ کمزوری کیوں پیدا ہو گی، فرمایا، دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کی وجہ سے۔ (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر ۴۲۹۷)

یہ حدیث شریف ایسی ہے جو موجودہ دور کے مسلمانوں کے حالات کی پوری طرح عکاسی کرتی ہے کہ دنیا کی محبت اور موت سے نفرت نے ان کو اتنا کمزور کر دیا ہے کہ دشمن نے انہیں سیاسی، معاشی، عسکری اور نظریاتی اعتبار سے غلام بنا دیا ہے، دشمن حکم دیتا ہے کہ فلاں فلاں سیاسی، معاشی اور قومی معاملات میں ہماری فلاں پالیسی اختیار کرو، مسلمانوں کے مقتدر طبقات آنکھیں بند کر کے ایسا کرتے ہیں، اور وہ اپنے آپ کو ایسا کرنے پر مجبور پاتے ہیں، اس کا بنیادی سبب دنیا کی محبت اور موت سے نفرت ہی ہے، حالانکہ مسلمانوں کے پاس ہر طرح کی قوت بھی موجود ہے، اگر وہ متحد ہو کر دشمن کو آنکھیں دکھائیں تو دشمن ان کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا، لیکن دشمن سے ذہنی مرعوبیت نے ان کی قوت کو مفلوج کر دیا ہے۔

جب یہ حالات ظاہر ہوں تو عذاب کا انتظار کرو

فرمایا: جب یہ علامتیں ظاہر ہونے لگیں تو عذاب الٰہی کا انتظار کرو۔

- جب امانت کو غنیمت کا مال سمجھکر ہضم کیا جائے۔
- جب زکوۃ کو جرمانہ شمار کیا جائے۔

- جب مرد، عورت کی اطاعت شروع کریں۔
- جب بیٹاماں کی نافرمانی کرنے لگے۔
- جب فرد، اپنے دوست سے زیادہ قریب ہو، جب کہ اپنے باپ سے زیادہ دور ہوجائے۔
- جب مسجدوں میں زور سے آواز بلند ہونے لگے۔
- جب قوم کی سرداری اور سربراہی فاسق شخص کرنے لگے۔
- جب قوم کا سربراہ قوم کا بدترین شخص ہوجائے۔
- جب کسی انسان کی عزت محض اس کے شر کی وجہ سے کی جانے لگے۔
- جب گانے والیاں اور آلات موسیقی عام ہوجائے۔
- جب شراب کا دور کھلم کھلا ہونے لگے۔
- جب اس امت کے پچھلے لوگ (یعنی اس وقت کے لوگ) اپنے پہلے کے بزرگوں (یعنی سلف صالحین) کے عیوب نکالنے لگیں اوران پر لعنت وملامت کرنے لگیں۔

جب یہ صورتحال پیدا ہوجائے تو انتظار کرو سخت تیز سرخ آندھیوں اور زلزلوں کا، زمین کے دب جانے کا اور صورتوں کے بدل جانے کا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے لگاتار عذاب کا جیسے موت کی کثرت۔(جامع ترمذی ۲۲۱۱)

یہ حدیث شریف ایسی ہے جو اپنے معنٰی ومفہوم میں بالکل واضح ہے، اس دور میں بیشتر علامتیں ظاہر ہونا شروع ہوگئی ہیں، مثلا قوم کی سرداری فاسق شخص کرنے لگے، کسی انسان کی عزت کا محض اس کے شر کی وجہ سے ہونا، آلات موسیقی کا عام ہونا، سلف صالحین کو نشانہ تنقید بنانا اور اپنے آپ کو ان سے زیادہ صاحب علم اور صاحب اجتہاد وصاحب بزرگ سمجھنا وغیرہ، اللہ ہمیں اس دور کے فتنوں سے بچائے اور اپنی حفظ وامان میں رکھے۔

دنیاوآخرت کی بھلائیاں حاصل ہونے والے اعمال

فرمایا: کیا تم کو دین کی بنیاد نہ بتاؤں، جس سے تمہیں دنیاوآخرت کی بھلائیاں نصیب ہوں۔

(۱) اہل ذکر کی مجلس میں شریک ہوتارہ۔

(۲) جب تنہا ہو تو جتنا ہوسکے، زبان سے اللہ کا ذکر کرتے رہو۔

(۳) دوسروں سے اللہ کی خاطر محبت کر اور اللہ کی خاطر دشمنی اختیار کر۔

اے ابو ذرین، کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کے ارادے سے گھر سے نکلتا ہے تو کیا ہوتا ہے؟اس کے پیچھے ستر ہزار فرشتے اس کی مغفرت کی دعا کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اے پروردگار، یہ شخص تیری رضا کی خاطر ملاقات کے لئے نکلا ہے، اس پر اپنی رحمت کا نزول فرما، پھر اگر تم سے ہوسکے تو اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کے لئے جایا کرو۔(شعب الایمان، ۶ / ۴۹۲ ،)

اس حدیث شریف میں تین چیزوں کو دین کی بنیاد قرار دیا گیا ہے، یعنی جس سے دین کی حقیقت، دین کی حلاوت اور دین پر چلنے کی استعداد حاصل ہوتی ہے، ان میں پہلی بات اہل ذکر کی مجلس میں شریک ہونا ہے، اہل ذکر کی مجلس میں شریک ہوتے رہنے سے ذکر کا ملکہ مستحکم ہونے لگتا ہے، نیز اس سے ایک دوسرے کی دلوں میں موجود ذکر کے انوار کی منتقلی کا عمل شروع ہوتا ہے، جس سے ذکر کی مجلس میں شریک نووارد افراد کو بھی ایک حصہ ملنے لگتا ہے، اور وہ اپنی ایمانی حالت میں بہتری محسوس کرنے لگتا ہے، اہل ذکر کی مجلس میں شریک ہونے کا ایک دوسرا فائدہ یہ ہے کہ فرشتے اس طرح کی مجلس کا گھیراؤ کر لیتے ہیں، جس سے ذکر میں شریک افراد کی کیفیات بہتر ہونے لگتی ہیں، اہل ذکر کی مجلس میں شریک ہونے سے ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ نفس کی قوتوں اور مادیت پرستی کے ماحول کے اثرات کا سحر ٹوٹنے لگتا ہے، یہ کتنے بڑے فوائد ہیں جو اہل ذکر کی مجلس میں شریک ہونے سے ہوتے ہیں۔

لیکن بد نصیبی سے ہم اس کام کو کوئی اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں، جس کی وجہ سے ہماری ایمان ویقین کی بنیاد کمزور ہوتی ہے۔

دوسرا تنہائی میں ذکر کرنا ہے، اہل مجلس میں شرکت سے ذکر کا جو عمل شروع ہوتا ہے تو تنہائی میں ذکر کے اس عمل میں ترقی ہونے لگتی ہے، تنہائی میں ذکر کرتے رہنے سے ایک تو دل کی مسلسل صفائی ہونے لگتی ہے، یعنی دل پر مادیت پرستی اور نفس پرستی کے جو زنگ پڑنے لگتے ہیں، یہ زنگ روزانہ صاف ہونے لگتے ہیں اور دل کا رفتہ رفتہ متوجہ الی اللہ ہونے کا ملکہ مستحکم ہونے لگتا ہے، روزانہ تنہائی میں ذکر کو قابل ذکر وقت دینے سے شخصیت، ذکر کے انوار کو اخذ کرنے کے قابل ہو جاتی ہے، یہ انوار رفتہ رفتہ شخصیت کا گھیراؤ کر کے، اسے پاکیزہ بنانے میں کردار ادا کرتے ہیں۔

یہ تجربہ ومشاہدہ کی بات ہے کہ ذکر کرنے والے افراد کی سیرت وکردار میں بھی پاکیزگی آنے لگتی ہے، وہ دوسرے افراد کی طرح دنیا پر ٹوٹ پڑنے والی اداؤں سے محفوظ ہوتا ہے۔

مسلمان بھائی سے محض اللہ کے لئے ملاقات کرنے کو بھی دین کی بنیاد میں شمار کیا گیا، اس کا سبب یہ ہے کہ اس سے ایک دوسرے کو ایمانی اعتبار سے تقویت ملتی ہے، دوسرے یہ کہ محض اللہ کے لئے ملاقات غیر معمولی اثرات رکھتی ہے، جس سے بے نفسی پیدا ہونے لگتی ہے۔

اس حدیث شریف میں جو تین چیزیں بتائی گئیں ہیں، بد نصیبی سے موجودہ دور میں یہی چیزیں ہیں، جن سے دوری اور غفلت اختیار کی گئی ہے، جس کی وجہ سے مزاج کی اسلامی بنیادوں پر تشکیل کا عمل بُری طرح متاثر ہوتا ہے اور مادیت کی لہریں افراد کو تنکوں کی طرح بہا کر لے جانے کا ذریعہ بن رہی ہیں، اور عبرت وموعظت کی صلاحیت بُری طرح متاثر ہوگئی ہے، جب کہ مذکورہ چیزوں کا خصوصی اہتمام کرنے والے افراد کے ساتھ اللہ کا خاص فضل

ہوتا ہے کہ وہ ایمانی اعتبار سے ارتقا کی راہ پر گامزن ہونے لگتے ہیں، اور ذہنی طور پر بھی پختہ اور مستحکم حالت میں ہوتے ہیں اور مادیت کی لہریں انہیں متاثر کرنے میں کامیاب نہیں ہوتی۔

حقیقت یہ ہے کہ موجودہ دور میں اہل ذکر کی مجلسوں میں شرکت نہ کرنے اور اپنے طور پر روزمرہ زندگی میں وقت کا قابل ذکر حصہ ذکر میں صرف نہ کرنے والے افراد نفس پرست قوتوں اور مادیت کی طوفانی لہروں کی لپیٹ میں آکر ذہنی اور مزاجی توازن کو قائم رکھنے میں ناکام ہوں گے اور وہ نفسیاتی مریضوں کے سے حالات سے دوچار ہو جائیں گے۔

اس حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے کہ ذکر نور ہے، جس سے نورانیت پر مبنی اعمال صادر ہوتے ہیں، جب کہ ذکر سے محرومی حالتِ ظلمات کی صورت ہے، حالتِ ظلمات میں رہنے والے افراد کے دل اور ان کی ساری شخصیت، ظلمات کے اثرات کی زد میں ہوتی ہے، رسمی دینداری سے ظلمات کے ان اثرات سے بچنا دشوار ہوتا ہے، اس کے لئے اہل ذکر کی مجلس میں شرکت کرتے رہنا، اور اپنے طور پر وقت کا کچھ حصہ ذکر میں صرف کرنا ضروری ہے۔

موجودہ دور میں چونکہ فضا میں مادیت پرستی کے ہمہ گیر اثرات موجود ہیں، یہ اثرات ایسے ہیں جو افراد کو ہمہ وقت اپنی لپیٹ میں لے رہے ہیں، ان اثرات سے بچاؤ کی صورت یہی ہے، جس کا مذکورہ حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے۔

اس حدیث شریف میں ان افراد کی غلط فہمی دور ہو جاتی ہے، جو اجتماعی ذکر اور ذکر کی اجتماعی مجلس کو بدعت سمجھتے ہیں۔

چار خصوصیات سے
ساری بھلائیوں کا حاصل ہونا

فرمایا: چار چیزیں ایسی ہیں جو جس شخص کو مل گئیں، اسے دنیا وآخرت کی ساری بھلائیاں حاصل ہوگئیں (۱) شکر گزار دل (۲) ذکر کرنے والی زبان (۳) جسم جو مصیبتوں

پر صبر کرنے والا ہو (۴) عورت جو جان اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے۔ (مشکوٰۃ ۳۲۷۳)

یہ خوش نصیب افراد کی خصوصیات ہیں، ہم روزمرہ زندگی میں اللہ کی بہت ساری نعمتوں سے متمتع ہوتے ہیں، اگر ہر نعمت کا شکر ادا کرنے لگیں، زبان سے بھی تو عمل سے بھی، زبان سے تو شکر ظاہر ہے، عمل سے شکر ادائیگی یہ ہے کہ دوستوں کو بھی اس نعمت میں حصہ وار بنائیں، مثلاً مال کی نعمت حاصل ہے تو اس میں غریبوں کو بھی شریک کریں، اس طرح اللہ کی نعمتوں کی شکر ادائیگی والا مزاج بن جائے گا، اور دل اللہ کے نعمتوں کی شکر ادائیگی سے سرشار ہونے لگے گا، لیکن اس کے لئے اللہ کی نعمتوں کی شکر ادائیگی کا دھیان جمانا اور اس کا خصوصی اہتمام کرنا ضروری ہے۔

زبان کا اللہ کے ذکر سے تر ہونا، یہ بھی ایسی نعمت ہے جو بہت بڑی نعمت ہے، جو خوش نصیب افراد ہی کو حاصل ہوتی ہے، زبان کو رفتہ رفتہ اللہ کے ذکر کا عادی بناتے رہنے سے ذکر کی عادت مستحکم ہونے لگتی ہے۔

مصیبتوں پر صبر کرنے والا جسم بھی بڑی نعمت ہے، بیماری، دکھ، اذیت، تکلیف، اعصابی تھکاوٹ بالخصوص مستقل نوعیت کی بیماریاں یا عمر رسیدگی کی وجہ سے ہونے والی شدید جسمانی کمزوری اس طرح کی ساری تکالیف پر اگر صبر کرنے والا جسم حاصل ہو تو یہ بہت بڑی نعمت ہے، فرد کی عام طور پر حالت یہ ہے کہ وہ مستقل نوعیت کی بیماریوں پر شدید ذہنی اذیت محسوس کرنے لگتا ہے اور جسم غیر معمولی طور پر حساس اور تکلیف سے سرشار اور بے قرار ہونے لگتا ہے، اس طرح کے مواقع پر دکھ کے طبعی احساس کے باوجود صبر کرنا، اللہ کے فضل کو متوجہ کرنے کے مترادف ہے۔

جسمانی نظام اللہ ہی کا عطیہ ہے، اللہ اپنی اپنی دی ہوئی چیز میں تصرف کرے تو وہ ایسا کر سکتا ہے، اس تصرف پر صبر سے کام لینے پر دنیا و آخرت میں بھلائیاں عطا فرمانا، یہ اللہ کی شان کریمی ہے۔

بہر حال مذکورہ نعمتیں جس کو بھی حاصل ہو گئیں، اسے اللہ کے رسول ﷺ نے خوش خبری سنائی ہے کہ اسے دنیا و آخرت کی ساری بھلائیاں حاصل ہوں گی۔

بس یہی آرزو اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص سے ان خصوصیات سے بہرہ ور فرمائے، شکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ذکر کرنے والا دل اور زبان عطا فرمائے اور مصیبتوں پر صبر کرنے والا جسم بھی۔

اپنے ماتحت کے قصوروں کو روزانہ ستر بار معاف کرنا

ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے خادم کے قصور کتنی بار معاف کروں، آپ خاموش رہے، اس شخص نے دوبارہ یہی سوال دریافت کیا، آپ ﷺ نے فرمایا، دن میں ستر بار۔ (جامع ترمذی ۱۹۴۹)

ہمیں آئے دن گھر میں اہل و عیال یا اپنے ماتحتوں کے ساتھ کئی معاملات ایسے در پیش ہوتے ہیں، جہاں فرد حالت اشتعال میں آجاتا ہے، اس طرح کے حالات میں حضور ﷺ کی طرف سے یہ تعلیم کہ ماتحت کے روزانہ ستر بار قصور معاف کرو، ہمیں اپنے غصہ پر قابو پا کر مزاج کو متوازن رکھنے پر آمادہ کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

غصہ کا شیطان ایسا ہے جو ہم پر سوار رہتا ہے، جو تھوڑی تھوڑی بات پر فرد کو بے قابو کر دیتا ہے، یہ دراصل مزاج کی خرابی ہے، جو ذکر سے غفلت کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے، اگر فرد

متوجہ الی اللہ ہونے کی عادت مستحکم کرے تو وہ روزمرہ زندگی میں مزاج کی بہت ساری خرابیوں سے بچ سکتا ہے اور دوسروں کو بھی اپنی ذات سے اذیت پہنچانے سے بچا سکتا ہے۔

لوگوں کے قصوروں کو معاف کرنے والے کا

جنت کا حقدار ہونا

فرمایا: قیامت کے دن ایک پکارنے والا پکارے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں، جو لوگوں کے قصور معاف کرتے تھے، وہ اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہوں اور اپنا انعام حاصل کریں، ہر مسلمان جو ایسا کرے گا، وہ جنت میں داخل ہونے کا حقدار ہے۔ (بحوالہ، اسوہ حسنہ)

لوگوں کے قصور معاف کرنا، نرمی سے کام لینا اور اشتعال دلانے والی باتوں پر صبر کرنا یہ انتہائی مشکل ترین کام ہے، فرد کو روزمرہ زندگی میں اپنے ماتحت افراد سے اشتعال کے مواقع ملتے ہیں، اس طرح کے مواقع پر معافی اور درگزر کا معاملہ کرنا، اسلام اس کام کو غیر معمولی اہمیت دیتا ہے، اس حدیث شریف میں ایسے فرد کے انعام کا ذکر ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے فضل خاص کا معاملہ فرمائیں گے۔

لوگوں کے قصور معاف کرنے سے ایک تو مزاج میں اعتدال و توازن پیدا ہوتا ہے، دوسرے یہ کہ فرد دوسروں کی دل آزاری سے بچ جاتا ہے، تیسرے یہ کہ اس سے معاشرہ خلفشار سے بچ جاتا ہے، اس لئے ایسے فرد کو جنت کی نوید سنائی گئی ہے۔

محمد موسیٰ بھٹو

تبصرہ کتب

کتاب کا نام: سیاست کی قرآنی اقدار، صفحات: ۲۴۶، ناشر: ادارہ اشرفیہ عزیزہ کوہاٹ

مولانا محمد طفیل کوہاٹی صاحب ہمارے ملک کی اہم علمی شخصیت میں، اسلام اور اسلامی دعوت کے کام کو جدید اسلوب میں پیش کرنے کا انہیں خصوصی سلیقہ ہے، موصوف عالم دین ہونے کے ساتھ راہ سلوک کے طالب رہے ہیں، اب دوسروں کی تربیت کا فریضہ بھی سرانجام دے رہے ہیں، موصوف اس سے پہلے کئی کتابیں لکھ چکے ہیں، ایک رسالہ بھی نکال ہیں، شخصیت میں عاجزی کا عنصر غالب ہے، طبقہ علماء میں جدید تقاضوں کو سمجھکر اسلامی فکر کو پیش کرنے میں ممتاز ہیں، بلکہ اس اعتبار سے لکھنے والی منفرد شخصیت ہیں۔

انہوں نے ''سیاست کی قرآنی اقدار'' کے نام سے کتاب لکھی ہے، جو مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن ندویؒ کی تحریر کی یاد دلاتی ہے، کتاب ۲۴۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

کتاب کی اہمیت کا اندازہ کتاب کے عنوانات سے لگایا جا سکتا ہے، کتاب کے سارے عنوانات ذیل میں دیئے جا رہے ہیں۔

- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوتی و سیاسی جدوجہد کی اقدار
- حق کی نصرت کا جذبہ:
- سیاسی قیادت کے لیے مطلوبہ اوصاف
- حکومت کے اعلیٰ عہدوں تک افراد کی رسائی: ایک اہم تدبیر
- دعوت و سیاست کے اسباب و وسائل کی فراہمی اور ترتیب:

- دعوتی وسیاسی مشکلات کے سامنے استقلال:
- سیاسی ودعوتی منصب: ایک مسئولیت ذمہ داری
- شدت پسندی: دعوتی وسیاسی تحریکوں کی قاتل
- دعوتی وسیاسی تحریکوں کا جوہر: نسبت یاداشت
- دعوت وسیاست میں اعتدال کا نسخہ:
- مادی سیاست کا ایک حربہ: فرعونی کم ظرفی
- دعوت وسیاست کا جوہر: قوت یقین
- طاغوتی سیاست کا سہارا:
- مادی وطاغوتی سیاست حق کی حمایت کیسے کم کرتی ہے:
- مادی وطاغوتی سیاست میں حمایت حاصل کرنے کے طریقے
- نبوی دعوت وسیاست میں مایوسی روا نہیں:
- مدعو کے لئے قوم کے فنی مہارات کی رعایت:
- طاغوتی وفرعونی سیاست: عوام سے رویہ
- مادی وفرعونی سیاست میں حق کو کچلنے کے ہتھکنڈے:
- خواتین اور بچوں کی قربانی کی حکمت:
- مادی سیاست: افضلیت کے پیمانے
- سیاسی جدوجہد میں قوم کی غلامانہ سوچ سے پیدا ہونے والی رکاوٹیں
- سیاسی جدوجہد میں قومی تنظیم کے مواقع کا فائدہ اٹھائیں
- نبوی سیاست کے ساتھ حمایت حق

- نبوی سیاست: ناموافق حالات میں اپنا ممکنہ کردار ادا کریں
- نبوی سیاست میں رازداری کی اہمیت
- نبوی سیاست کا اصل ہتھیار: دعا وتوجہ الی اللہ
- نبوی سیاست میں شرح صدر کی اہمیت
- نبوی سیاست میں وسائل مہیا کرنے کی اہمیت
- دعوت وسیاست میں قوت تفہیم اور مؤثر لٹریچر کی اہمیت
- دعوتی وسیاسی تحریکوں میں مخلص وجانثار کارکنوں وجانشینوں کی اہمیت
- دشمن کی معاشی طاقت: حق کے فروغ میں رکاوٹ
- داعی کا اصل مطمح نظر
- صالح قیادت کے باوجود اہداف تک رسائی کب ناممکن ہوتی ہے؟
- کامیابی کے بعد سرکشی کی سزا بڑی سخت ہوتی ہے
- **سیاسی بحران اور ان سے نکلنے کا قرآنی دستور**
- حضرت یوشع علیہ السلام کی قائم کردہ حکومت اور اس کا زوال
- قوموں میں وحدت پیدا کرنے کے اسباب
- نظریاتی اور حادثاتی تحریکوں کا فرق
- نبوی سیاسی فیصلوں کی اساس
- قومی تنظیم کے لیے طالوت کا انتخاب اور مادی سیاست دانوں کی تنقید
- مادی سیاست کا اصول: دعویٰ اہلیت

•مادی سیاست کا اصول: انتخاب کی بنیاد پیسہ

•نص کے مقابلے میں رائے زنی عملی کفر ہے

•نبوی سیاست میں اقتدار کی دو بنیادیں

•عہد جدید کی سیاسی نفسیات بنی اسرائیلی نفسیات ہے

•اتفاق و اتحاد کی مادی برکات

•قوم عملی نتائج دیکھ کر جلد مطمئن ہوتی ہے

•قوموں کی جذباتی وابستگی مقدسات سے ہوتی ہے

•مقدس صندوق کی واپسی کے معجزے کا نفسیاتی اثر

•مضبوط عسکری قوت کے قیام کی شرائط

•تحریکات میں منتہائی قربانی کے معیار پر پورا اترنے کی شرائط

• نبوی سیاست میں منتہائی مراحل کے کارکنوں کی خاص صفات

• سیاسی تحریکوں کی راہ میں بیٹھے دریا

• نبوی سیاست میں خدا کا حکم مقدم ہوتا ہے زمینی حقائق نہیں

• تحریک کے منتہائی مرحلہ میں تین سو تیرہ افراد باقی رکھنے کی حکمت

•سیاسی تحریکوں کے بنیادی جوہر

•اسلامی سیاست میں معاش کا تصور اور معاشی بحرانوں کا حل

• اسلامی معاش کی مابعد الطبیعاتی بنیادیں

•دنیا میں برپا معاشی بحرانوں کی بنیادیں

•اسلامی تعلیماتِ معیشت کی خصوصیات

•سرکار دو عالم ﷺ کی معاشی اصلاحات

•نوجوانوں میں معاشی تحریک

•معاشی وسائل سے برتے جانے والے منفی رویے اور ان کا علاج

•بخل و شح:

•اسراف و تبذیر:

•معاشی وسائل میں ترجیحات کا تعین

•حضرت یوسف علیہ السلام کی معاشی منصوبہ بندی

•حوادث: بلند اہداف کی تربیت گاہ

•داعیان کا مشن کہیں نہیں رکتا

•اہل سیادت کے لیے اعلیٰ اخلاقی قدروں کی اہمیت

•حقانی اہل سیادت دل میں رنجشیں نہیں پالتے

•اہل سیادت اصحاب فضل و کمال کی قدر کرتے ہیں

•اہل حق کو ذاتی مفاد کی بجائے اہداف محبوب ہوتے ہیں

•حرام اور وقتی مزہ ٹھکرانا اہل حق کا شیوہ ہے

•اہل سیادت احسان فراموش نہیں ہوتے

•اہل سیادت مناصب کے لیے معیار و میرٹ کو مقدم رکھیں

•حضرت یوسف علیہ السلام کا معاشی منصوبہ

•اگر متبادل نہ ہو تو خود کو منصب کے لیے پیش کرنے میں حرج نہیں

•اسلامی سیاست میں حکومتی مناصب کے لیے درکار صفات

• حوادث میں اشراف وسفید پوشوں کی رعایت رکھنی چاہیے

• اسلامی سیاست کا اہم اصول: قناعت

• **خلافت داؤد سلیمان علیہما السلام کی سیاسی قدریں**

• **اسلامی نظام حکومت کے قرآنی اصول**

• (۱) حاکمیت الٰہی:

• (۲) شریعت: قانون ملکی

• (۳) شورائیت

• (۴) عدل وانصاف

• (۵) قرآن کا قانون بین الا قوام

• (۶) قرآن مجید کے اصول خارجہ پالیسی

• (۷) قرآن مجید کے اصول داخلہ پالیسی

• **عصر حاضر میں انسانیت کو درپیش بحرانوں کی بنیادی وجہ**

• **عالم اسلام میں نفاقی سیاست کے اہداف**